امام احمد رضا خان

کے جدید

اسلامی تعلیمی نظریات

مُرتّب

علامہ مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری کشمیری

بانی رضا اکیڈمی سٹاکپورٹ یو کے (برطانیہ)

امام احمد رضا خان

کے جدید

اسلامی تعلیمی نظریات

مرتب

مولانا علامہ الحاج پیر محمد الیاس قادری کشمیری
بانی رضا اکیڈمی اسٹار کیورٹ یوکے (برطانیہ)

ناشر

مکتبہ اشرفیہ۔ مریدکے ٥ شیخوپورہ (پاکستان)

رضا اکیڈمی پبلی کیشن 2005

اس کتاب کا یہ خصوصی اڈیشن رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ کی ۲۵ ویں سالگرہ (سلور جبلی) پر خاص طور سے شائع کیا جارہا ہے۔

رضا اکیڈمی

138، نارتھ گیٹ روڈ، اسٹاکپورٹ، SK39NL، انگلینڈ

فون : 0161-4771595

فون/فیکس : 0161-2311390

E-mail : islamictimes@aol.com

انتساب

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، پیر طریقت مولانا الحاج

سبحان رضا خاں

سبحانی میاں قبلہ

سجادہ نشین آستانۂ عالیۂ قادریہ رضویہ، بریلی شریف

کے نام

مشمولات

ملنے کے پتے :

1- Raza Academy

138, Northgate Road, Edgeley

Stockport, SK39NL (England)

پیش لفظ

محمد الیاس کشمیری: بانی وچیئرمین رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ۔ برطانیہ

رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ (برطانیہ) نے اپنی خدمات کے ۲۵ سال پورے کر لئے۔ اِس چوتھائی صدی کے عرصہ میں اِس اکیڈمی نے اشاعت اسلام اور فروغ رضویات کا جو کام کیا ہے وہ نہ صرف برطانیہ یا مغربی ممالک بلکہ برصغیر ہندو پاک کے کسی بھی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں ہے۔

جب ہماری اس اکیڈمی نے اشاعتی کام شروع کیا تو یہ واحد ادارہ تھا جسنے انگریزی میں اہل سنت کے اشاعتی کام کی بنیاد ڈالی، اس سے پہلے کسی ادارہ یا شخص نے یہ کام نہ کیا تھا۔

ہمارا دینی مجلّہ ''اسلامک ٹائمز'' بھی ۱۹۸۵ء سے مسلسل چھپ رہا ہے۔ اس مجلّہ کی وجہ سے کئی انگریز مسلمان بھی ہوئے۔

''رضا اکیڈمی'' کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ اکیڈمی امام اہل سنت، مجدد ملت، فاضل بریلوی الشاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نام پر قائم کی گئی لہٰذا آپ کے کتب کے تراجم نیز آپ کی حیات اور کارناموں پر رسائل و مقالات شائع کے گئے اور انگریزی کے علاوہ اردو میں بھی ''رضویات'' پر اشاعتی کام انجام دئے گئے۔ اب تک امام احمد رضا کی تقریباً ۵۰ تصانیف کے تراجم شائع ہو چکے ہیں نیز اسلامیات و دینیات پر بھی بیسیوں کتب و رسائل اور مقالات منظر عام پر آ چکے ہیں۔

زیر نظر رسالہ ''امام احمد رضا بریلوی کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات''، تین ابواب پر مشتمل ہے جس میں دو مقالات نو مسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد

ہارون مے مرحوم کے ہیں اور ایک مقالہ پروفیسر آصف حسین صاحب کا ہے۔ یہ مقالات امام احمد رضا کے ۱۸۹۴ء میں پیش فرمودہ ''دس تعلیمی نکات'' کے تجزیے و تبصرے میں انگریزی زبان میں لکھے گئے تھے۔ سب سے پہلے اس کے جائزے کی طرف پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون نے ہی توجہ کی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب ایک عظیم اسکالر اور جینیس تھے۔ ان کی نظر دنیا کے تمام مذاہب، سیاسی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی اور تعلیمی نظام پر بہت گہری تھی۔ اسلام سے ہم آغوش ہونے کے بعد ان کے فکر ونظر میں ایک تقدیسی تابانی بھر گئی۔ وہ ہر نظام کو نظام اسلام پر پرکھنے کے خوگر بن چکے تھے۔ اسلامی اصول پر جو بھی نظریہ یا نظام کھرا اترتا اسے قبول کرتے۔ امام احمد رضا کا بھی یہی مزاج تھا اور وہ امام احمد رضا سے از حد متاثر تھے۔ مسلمانوں کی فلاح وصلاح کے لئے ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے جو چار نکات پیش فرمائے تھے اس کا جائزہ جس طور پر ڈاکٹر ہارون مرحوم نے پیش کیا تھا ایسا جائزہ اب تک کسی اور نے پیش نہیں کیا۔ اس طرح امام احمد رضا کے ''دس تعلیمی نکات'' پر ڈاکٹر صاحب مرحوم سے بہتر جائزہ کوئی اور پیش نہیں کر سکا۔

پروفیسر آصف حسین صاحب نے بھی ڈاکٹر محمد ہارون صاحب سے متاثر ہو کر امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کا تجزیہ کیا ہے۔

ان دونوں انگریزی مقالات کا ترجمہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے کیا ہے جو بہت خوب ہے اور ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم اور پروفیسر آصف حسین صاحب کے مقالات کا ترجمان ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے اس جائزہ کو میں نے ''اسلامک ٹائمز'' میں بھی شائع کیا اور اس کا اردو ترجمہ برصغیر کے متعدد رسائل میں بھی شائع ہوا جسے بہت پسند

کیا گیا۔ آج کے دور میں امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے اور اسے رائج کرنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت جو کتب دینی نصاب میں شامل ہیں ان میں سے اکثر دیگر مسلک کے لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ ہمارے دینی مدارس کے لئے جہاں جدید نصاب کی ضرورت ہے وہاں اپنے اکابرین کی تصانیف کو بھی نصاب میں شامل کیا جانا ضروری ہے اور اس کے لئے امام احمد رضا کے تعلیمی نظریہ سے کماحقہ واقفیت لازمی ہے۔

امام احمد رضا نے آج سے تقریباً ۱۲۰ سال قبل اہل سنت کو جو دس نکاتی تعلیمی پروگرام دیا تھا اسکو پیش نظر رکھ کر ہمیں اپنا دینی نصاب مرتب کرنا چاہئے بلکہ یہ دس نکات ہی ہمارے نصاب کی بنیاد ہونے چاہئیں کیونکہ ان نکات میں امام احمد رضا نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہے۔

زیر نظر رسالہ امام احمد رضا کے جدید اسلامی تعلیمی نظریات پر مشتمل ہے جسے اس غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ مدارس اہل سنت، علماء، طلبہ اور دوسرے صاحبان علم کو اس رسالہ کا خود مطالعہ کرنا چاہئے اور مدارس میں انہیں پہنچانا چاہئے تا کہ امام احمد رضا کے تعلیمی نکات کا زیادہ تعارف ہو اور اسی تعلیمی پروگرام کے تحت ہمارا تعلیمی سلسلہ شروع ہو۔

رب عظیم بطفیل رسول کریم ہمیں خدمت اسلام کی مزید توفیق عطا کرے۔

دیباچہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

علم کی عظمت واہمیت پر قرآن واحادیث شاہد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن حکیم تمام جائز نقلی اور عقلی علوم وفنون کا منبع ہے۔ علم ہی وہ نور ہے جس کی رہنمائی کے بغیر اللہ کے راستے پر چلنا ممکن نہیں اور نہ ہی علم کے بغیر زندگی کا شعور مل سکتا ہے نہ بندگی کا سلیقہ۔ اسلام کے قوانین وآداب کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم کا حصول ناگزیر ہے، اس لئے معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے طلب علم کو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض فرمایا ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ”ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ“ میں دنیا کی بھلائی سے مراد علم اور عبادت ہے۔ گویا کہ علم ہی سے دنیا کی بھلائی بھی ملتی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی! علم سے ہی خداشناسی اور یاد آخرت تازہ ہوتی ہے اور یہ علم ہے فقہ، حدیث اور تفسیر کا علم۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کو دین سے وابستگی بنائے رکھنے اور دینوی وقار وکامرانی نیز غلبۂ اسلام کے لئے حصول علم کو لازم قرار دیا ہے، علم دین کے فروغ پر بڑا زور دیا ہے۔ حصول علم کی بابت لکھتے ہیں :

(۱) سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت کی تعلیم ضروری ہے۔

(۲) اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔

(۳) بقیہ افراد امت کے لئے مباح ہے کہ وہ علوم جو دنیوی امور میں مفید ہوں حاصل کریں۔

امام احمد رضا کی تعلیم کے مطابق : عقائد ضروردینیہ کا علم ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے لازمی ہے۔ ایک جماعت کو علم دین سے آراستہ ہونا ضروری ہے اور بقیہ افراد امت عقلی علوم مثل سائنس، ریاضی، جغرافیہ، طب، سیاسیات، سماجیات، معاشیات اور تکنیکی علوم حاصل کر سکتے ہیں مگر ان کے حصول کا مقصد حق کی سربلندی اور باطل کی تردید ہونا چاہئے۔

آج جن دنیوی علوم پر اہل مغرب کو ناز ہے اور جن میں ازحد ترقی کر کے وہ سُپر پاور (Super Power) بن بیٹھے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام پر حملہ آور ہیں اور افسوس صرف دنیا طلبی کے لئے جن علوم کے پیچھے مسلمان بھی بھاگ رہے ہیں، حقیقۃً ہمارے ہی اسلاف کا ورثہ ہیں۔ مسلمان نے اپنے دین سے دوری اختیار کی تو علوم دنیا بھی ان کے ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے۔

مجدد اسلام امام احمد رضا نے مسلمانوں کو ان کے دین اور دنیوی فلاح و صلاح اور وقار وکامرانی کے لئے ۱۸۹۴ء میں اپنا دس نکاتی تعلیمی منصوبہ پیش فرمایا تھا جو حسب ذیل ہے۔

۱۔ تعلیم کا مرکز اسلام ہو۔

۲۔ درسگاہوں سے سچے پکے مسلمان فارغ التحصیل کئے جائیں۔ ایجاد کا علم خالق کے عطا کردہ علوم کے دائرے میں اسلام کی روشنی میں حاصل کیا جائے۔

۳۔ نظام تعلیم بالخصوص عشق نبوی نیز ساتھ ہی ساتھ اہلبیت اطہار، صحابۂ کرام اور اولیاء وعلماء کی محبت پر مبنی ہو۔

۴۔ تعلیم دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہو۔

۵۔ نظام تعلیم حقانیت اسلام کا داعی ہو۔

۶۔ اساتذہ کو امت مسلمہ کی تعلیم وتربیت کا آفاقی تصور ذہن نشین ہو۔

۷۔ طلبہ کو دوران تعلیم خود اعتمادی ہو اور قوم کی اصلاح مدنظر رہے۔ طلبہ کو علم سے محبت ہو کیونکہ قومی ترقی کا راز علم ہی میں پوشیدہ ہے۔

۸۔ طلبہ کو عادات واخلاق اور ذہنی قابلیت کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی صحت مند ہونا چاہئے۔

۱۰۔ اداروں کا ماحول ایسا بنایا جائے کہ طلبہ کے لئے تعلیم میں دلچسپی اور مقصد میں کامیابی کی راہ ہموار ہو۔

امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کا ہر نکتہ جہاں ان کے عظیم ماہر تعلیم ہونے کا غماز ہے وہیں ان کی تجدیدی شان کا بھی مظہر ہے۔ اس تعلیمی منصوبہ میں امام احمد رضا نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ ''قومی ترقی کا راز علم ہی میں پوشیدہ ہے'' لیکن کون سا علم؟ ظاہر ہے وہ علم جو حقانیت اسلام کا داعی ہو، دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہو۔ اس لئے امام نے اسلام ہی کو تعلیم کی بنیاد قرار دیا ہے۔

امام احمد رضا نے علم اور تعلیم وتربیت کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان کے مطابق ہر عقلی علم کو اسلامی رنگ میں رنگ کر اسے دین فہمی کے لئے خادم بنایا جا سکتا ہے اور اس سے غلبۂ اسلام کے لئے کام لیا جا سکتا ہے اور علم میں جب تک عشق کا امتزاج نہیں ہوگا اس وقت تک وہ مشرف با اسلام نہیں ہوگا۔ لہٰذا امام احمد رضا تیسرے نکتہ میں فرماتے ہیں: ''نظام تعلیم بالخصوص عشق نبوی نیز ساتھ ہی ساتھ اہلبیت اطہار،

صحابۂ کرام اور اولیاء وعلماء کی محبت پر مبنی ہو۔'' عشق مصطفوی ہی جان ہے، ایمان ہے، اسی پر اسلام کی بنیاد ہے پس عشق سے مزین علم ہی مشرف با اسلام ہے جس کی ضیاء پاشی سے جہاں منور ہے، دل زندہ ہے اور روح خدا شناس ہے۔

''ایجاد کا علم'' یعنی سائنس اور ٹکنالوجی'' وغیرہ کے علوم کا حصول بھی ضروری ہے لیکن پہلے ضروری یہ ہے کہ اشیاء کے علم سے قبل خالق اشیاء کی معرفت حاصل کی جائے۔

امام احمد رضا کا یہ تعلیمی منصوبہ نہ صرف یہ کہ ان کے اپنے عہد ہی کے مسلمانوں کے لئے مفید اور کارآمد تھا بلکہ آج بھی اسی طرح موثر ہے اور مستقبل میں اس کی اثر پذیری برقرار رہے گی۔ دراصل یہ تعلیمی منصوبہ ہر دور کے لئے ہے اور مسلمانوں کی فلاح وکامرانی کی کلید ہے، ان کی عظمت رفتہ کو واپس دلانے کا نسخۂ کیمیا ہے۔

امام احمد رضا کے ان تعلیمی نکات کے تجزیے میں دو اہم مقالات لکھے تھے جو اصل یعنی انگریزی زبان میں بھی شائع ہوئے اور ان کے اردو ترجمے بھی ہندو پاک کے متعدد رسائل میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم نے امام احمد رضا کے تعلیمی منصوبہ کا جائزہ دنیا کے تمام تر مذہبی، تہذیبی، سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی وغیرہ تناظر میں لیا ہے جو لائق مطالعہ ہے اور اس سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے وسیع مطالعہ، تحقیقی مزاج، ژرف نگاہی اور دانشوری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا کے ''سنہ ۱۹۱۲ء کے چار نکاتی پروگرام'' کا جائزہ ڈاکٹر صاحب نے جس محققانہ اور دانش ورانہ انداز میں پیش کیا تھا اس طرح کا جائزہ آج تک کسی نے بھی پیش نہیں کیا۔ اسی طرح امام احمد رضا کے تعلیمی نکات کا یہ بھی ایک منفرد جائزہ ہے۔

زیر نظر رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ دو ابواب میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے مقالے شامل ہیں اور تیسرے باب میں پروفیسر آصف حسین کا مقالہ ہے۔ ان مقالات کا اردو ترجمہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے بہت ہی رواں دواں زبان اور شگفتہ انداز میں کیا ہے۔

پروفیسر آصف حسین صاحب نے بھی ڈاکٹر محمد ہارون صاحب ہی کے خطوط پر امام احمد رضا کے تعلیمی منصوبہ کا جائزہ اپنے طرز پر لیا ہے۔

اس رسالہ کو اپنے مدارس کے علاوہ کالجوں، یونیورسٹیوں اور جدید حلقۂ دانش وراں میں بھی عام کئے جانے کی ضرورت ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس منصوبہ سے استفادہ کرسکیں اور مسلمان اس منصوبہ پر عمل شروع کریں۔

رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ (برطانیہ) کے بانی وچیئرمین پیر طریقت الحاج محمد الیاس صاحب چھتروی کشمیری لائق مبارک باد ہیں کہ وہ ہر جہت سے اشاعت اسلام اور فروغ رضویات کے لئے کام کرنے اور ہر طرح کی قربانی دینے میں آگے آگے رہتے ہیں۔

رب عظیم اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس رسالہ کو شرف قبول بخشے اور رضا اکیڈمی (برطانیہ) کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون : ایک تعارف

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

نومسلم انگریز ڈاکٹر محمد ہارون کا پہلے نام الفریڈ مے (Alfred May) تھا۔ ۱۹۴۴ء میں لیور پول برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویٹشن کیا اور ۱۹۷۰ء میں اسی یونیورسٹی سے قرون وسطیٰ کی برطانوی تاریخ میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے دنیا کے ہرازم، مارکس ازم، کمیونزم، کیپٹل ازم نیز دیگر بین الاقوامی تحریکات کا گہرا مطالعہ کیا۔ اسلامی تاریخ بالخصوص حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا۔ وہ حضور کی سیرت پاک اور علماء کی تقاریر نیز اسلامی تقاریب خصوصاً جلسہ عید میلاد النبی وغیرہ سے سخت متاثر ہوئے۔

نصیبہ بیدار ہوا اور ۱۹۸۸ء میں ایک صوفی جماعت ''دارالاحسان'' کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ اسلام قبول کرتے ہی انہوں نے اپنا حلیہ خالص اسلامی بنالیا اور شریعت وسنت کی کامل پیروی اختیار کی۔ انہیں سرکار غوث اعظم اور حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زبردست عقیدت تھی۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا سے ان کا تعارف الحاج محمد الیاس کشمیری بانی وچیئرمین رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ (برطانیہ) کے توسط سے ۱۹۹۰ء میں ہوا۔ کشمیری صاحب نے ڈاکٹر موصوف کو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا انگریزی اڈیشن، سلام رضا کا ترجمہ اور الدولۃ المکیہ کا انگریزی خلاصہ مطالعہ کے لئے دیا۔ یہ تمام تراجم رضا اکیڈمی برطانیہ نے شائع کئے تھے۔ امام احمد رضا کے کتب ورسائل کے مطالعہ سے وہ بہت متاثر ہوئے اور ان سے گہری عقیدت ہوگئی۔

الحاج محمد الیاس صاحب کے کہنے پر ۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ایک کتاب بنام۔۔۔۔۔
"Why I accepted Islam?" لکھی جسے رضا اکیڈمی ہی نے شائع کیا بعد میں اس کا اردو ترجمہ بعنوان ''میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟'' رضا اکیڈمی برطانیہ اور رضا اسلامک اکیڈمی بریلی شریف سے بھی شائع ہوا۔ اس کتاب کو پڑھ کر کتنے ہی انگریز دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس کتاب میں جن موضوعات کو اپنے اسلام قبول کرنے کی بابت زیر قلم کیا ہے وہ یہ ہیں:
(۱) تعارف (۲) ذاتی وجوہات (۳) سیاسی وجوہات (۴) دانشورانہ وجوہات (۵) اسلام ہمیشہ رہے گا (۶) اخلاقی وجوہات (۷) اسلام کی حقانیت (۸) تتمہ

جب کوئی جدید ذہن ان عنوانات ہی کو ایک نظر دیکھتا ہے تو وہ دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش کر اٹھتا ہے کہ اس انسان کے پاس کوئی انعام خداوندی ہے۔ یہ کتاب اسلام کا لاجواب تعارف ہے۔

الحاج محمد الیاس کشمیری صاحب نے ڈاکٹر محمد ہارون صاحب سے امام احمد رضا پر لکھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ایک انگریزی رسالہ ۔۔۔۔۔
"World Importance of Imam Ahmad Raza" (امام احمد رضا کی عالمی اہمیت) لکھا جس میں انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا اور امام احمد رضا پر اس سے بہتر شاید کسی نے اس طرح شاندار علمی و تحقیقی انداز میں لکھا ہو گا۔ محترم کشمیری صاحب نے اس رسالہ کا اردو ترجمہ مختلف رسائل میں شائع کرایا۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے بارے میں لوگوں نے گھر بیٹھے تحقیق پیش کر دی کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کتابیں پڑھ کر اسلام قبول کیا حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ ۱۹۸۸ء تک شاید ہی کسی شخص یا ادارہ نے انگریزی میں امام احمد رضا پر کتاب لکھی ہو یا شائع کرائی ہو۔

پیر محمد الیاس کشمیری صاحب ہی نے ڈاکٹر محمد ہارون کو امام احمد رضا پر انگریزی میں مواد و میٹر فراہم کرایا۔ امام احمد رضا کے ایک رسالہ ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' کا انگلش ترجمہ ڈاکٹر محمد رضا سے کرا کر محمد ہارون صاحب کو دیا امام احمد رضا نے اس رسالہ میں مسلمانوں کی فلاح وصلاح کے لئے چار گرانقدر نکات پیش فرمائے تھے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس کو بہترین اور معیاری انگریزی میں کشمیری صاحب کے تعاون سے ایڈٹ کیا اور پہلے دو نکات پر پانچ جامع تحقیقی مقالات لکھے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے اس تفصیلی علمی گہرائی سے کسی بھی صاحب علم وقلم نے اس طرح شاندار طریقہ پر نہیں لکھا۔ یہ مقالات ماہنامہ ''اسلامک ٹائمز'' برطانیہ میں شائع ہوئے۔ بعد میں کشمیری صاحب نے ان مقالات کو کتابی شکل میں انگریزی میں شائع کیا جس کا ترجمہ راقم نے اردو میں کیا اور پھر کشمیری صاحب نے ہی اسے اردو میں شائع کرایا اور بعدہٗ لاہور اور کراچی سے بھی شائع ہوئے۔

ڈاکٹر محمد ہارون ایک انٹرنیشنل اسکالر تھے اور وہ جو کچھ لکھتے تھے بین الاقوامی معیار کا ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسلامیات پر ۲۰۰ مقالات اور ۲۰ کتابیں لکھیں جو ان کی حیات ہی میں شائع ہوئیں۔ انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بھی اعلیٰ معیاری زبان میں کیا نیز تفسیر قرآن پر انگریزی میں کام شروع کیا اور آخری ۵ پاروں کی تفسیر لکھی۔

ان کی شائع شدہ کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں :

(۱) میلاد النبی (۲) غوث الاعظم (۳) اسلامی سزائیں (۴) اسلامی ریاست (۵) اسلامی معاشرہ کا قیام (۶) اسلام اور شراب (۷) اسلام میں عورت کا مقام (۸،۹) بنیاد پرستی (دو حصے) (۱۰) میں مسلمان کیوں ہوا (۱۱) قادیانی سے مسلمان خبردار رہیں (۱۲) حزب التحریر سے مسلمان خبردار رہیں (۱۳) عصمت انبیاء (۱۴) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت (۱۵) سائنس کے حدود (۱۶) قرآن آخری کلام الٰہی (۱۷) امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ (۱۸) سورہ یٰسین کا ترجمہ (۱۹) اسلام اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ (۲۰) امام احمد رضا کی ۱۹۱۲ء کی پالیسی۔

ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے جس شاندار تحقیقی انداز میں امام احمد رضا کے چار نکاتی منصوبہ پر اپنا مقالہ پیش کیا تھا اسی طرح امام احمد رضا کے دس نکاتی تعلیمی منصوبہ پر بھی بہت ہی علمی و تحقیقی مقالہ بعنوان ------

"Imam Ahmad Raza's Educational Reform Policy"

یعنی ''امام احمد رضا کی اصلاحی تعلیمی پالیسی'' پیش کیا۔ یہ مقالہ دو اقساط پر مشتمل تھا۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب (برمنگھم، برطانیہ) نے کیا۔ یہ مقالات برصغیر کے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب الحمد للہ پیر الحاج محمد الیاس صاحب کشمیری نے اپنی رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ (برطانیہ) سے اسے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔

ان دو مقالات کے ساتھ اسی موضوع پر پروفیسر آصف حسین کے انگریزی مقالہ کا اردو ترجمہ از مولانا محمد اسمٰعیل، برمنگھم (برطانیہ) بھی شامل ہے۔

نومسلم برطانوی پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو سنی اسلام پر چلانے اور انہیں صحیح العقیدہ سنی مسلمان بنانے میں الحاج محمد الیاس کشمیری صاحب کا بڑا دخل رہا ہے نیز ان سے اسلامیات بالخصوص رضویات پر اتنے وسیع و وقیع طور پر کام کرانے میں انہیں کشمیری صاحب کا بھی خاص تعاون رہا ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون جہاں ایک بین الاقوامی دانشور تھے وہیں دینی و ملی درد سے لبریز تھے۔

وہ اسلام کے مخلص خادم، عاشق رسول، عقیدت کیش اولیاء اور بہت ہی مخلص، سادہ اور عام زندگی بسر کرنے والے مرد مسلمان تھے۔

وہ اس کہاوت "Simple living & high thinking" یعنی ''سادہ زندگی اور اعلیٰ فکر'' پر پورے اترتے تھے۔

''سفیر فکر رضا'' ڈاکٹر محمد ہارون ۲۲ فروری ۱۹۹۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

گو آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کے چھوڑے ہوئے علمی و تحریری نقوش ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے اور ان کے خلوص کی مہک اذہان کو معطر کرتی رہیگی۔

تعارف مترجم

محمد الیاس کشمیری

مترجم: مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب۔ پاکستان کے شہر ''اٹک'' کے ایک گاؤں ''منظر خاں'' میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: ایم۔اے۔ایجوکیشن، پنجاب یونیورسٹی، پاکستان

فاضل عربی، راول پنڈی تعلیمی بورڈ

حفظ قرآن، جامعہ رضویہ انوار العلوم، واہ کینٹ

سکونت: برمنگھم، انگلینڈ میں ایک مسجد کے امام وخطیب ہیں

تصانیف: اردو میں: فرقہ واریت کا پس منظر، اسلام میں تصور موت

اور دیگر کتب: سبھی مطبوعہ ہیں

انگریزی میں: Short Islamic Stories مطبوعہ انگلینڈ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی وعلمی کاموں کا وافر شعور دیا ہے۔ رضا اکیڈمی کے لئے انہوں نے رضا اکیڈمی کی کتابیں پڑھ کر اپنے شوق سے تراجم کئے ہیں ۔ اراکین رضا اکیڈمی ان کے اس جذبے کی نہایت قدر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتجی ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کے صدقہ ان کے عمر وعلم وفضل میں برکت دے۔ آمین۔ ثم آمین !!

باب اول

امام احمد رضا بریلوی کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات

از:- پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

اردو ترجمہ:- مولانا محمد اسمٰعیل

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۴ء میں اپنے ایک خطاب میں مسلمانوں کی جدید تعلیم کے سلسلے میں دس اصلاحی نکات پیش فرمائے تھے۔ اس مضمون کا مقصد ہے امام احمد رضا کے پیش کردہ نکات کی اہمیت سے دور جدید میں علماء، ماہرین تعلیم اور عوام الناس کو روشناس کرانا۔ یہ تعلیمی پالیسی خواہ وہ ہمارے اپنے اداروں کا نظام تعلیم ہو یا دیگر لوگوں کا مقرر کردہ نظام تعلیم ہو، ہر ایک کے لئے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔

اگر چہ امام احمد رضا نے یہ نکات تقریباً ایک صدی قبل پیش فرمائے تھے لیکن ان کی اہمیت اور افادیت سے آج کے موجودہ نظام تعلیم میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مذکورہ دس اصلاحی نکات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ تعلیم خواہ انفرادی یا اجتماعی طور پر دی جارہی ہو۔ ہر ایک کا مرکز اسلام ہو۔

۲۔ تعلیمی درسگاہوں سے سچے مسلمان فارغ التحصیل کئے جائیں۔ سائنس بھی علم کا حصہ ہے لیکن کسی بھی طرح کی ایجاد کا علم خالق کے عطا کردہ علوم سے باہر نہ ہو بلکہ ہر علم اسلام کی روشنی میں حاصل کیا جائے۔

۳۔ نظام تعلیم خاص طور پر محبت رسول ﷺ پیدا کرے۔ ساتھ ہی ساتھ صحابہ، اہل

بیت، اولیاء اور علماء کی محبت بھی درسگاہوں کے درس میں اول ہو۔

۴۔ نظام تعلیم حقانیتِ اسلامی کا داعی ہو۔

۵۔ طلباء اسلام کو ایسی تعلیم دی جائے جو دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ فضول مضامین کو خارج از نصاب کیا جائے۔

۶۔ اساتذہ کو صرف استاذ ہونا چاہئے اور انہیں امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کا آفاقی تصور ذہن نشین ہونا چاہئے۔

۷۔ طلباء اسلام کو دوران تعلیم خود اعتمادی اور مسلم قومیت کی اصلاح کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

۸۔ طلباء اسلام میں علم سے محبت ہونی چاہئے کیونکہ معاشرہ کی ترقی کا راز علم میں پوشیدہ ہے۔

۹۔ درس گاہوں میں تعلیم پانے والے طلبہ کے اخلاق و عادات اور کردار اعلیٰ ہوں اور ذہنی قابلیت کے ساتھ ساتھ انہیں جسمانی طور بھی صحت مند ہونا چاہئے۔

۱۰۔ درس گاہوں کو طلباء کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا چاہئے جو ان کے لئے تعلیم میں دلچسپی اور مقصد میں کامیابی کی راہ ہموار کرے۔

اگر اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے تصور علم کو سمجھا جائے تو ان نکات کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اکثر لوگوں کے ذہن میں تعلیم کا مقصد ہے صرف بچہ کو بہت ساری معلومات فراہم کرنا، نصاب کی تکمیل اور امتحان میں کامیابی حاصل کرنا۔ لوگوں کے نزدیک اسکول کا نصاب ختم کر کے کامیابی حاصل کر کے سند حاصل کرنا ہی تعلیم ہے۔ لیکن امام احمد رضا قدس سرہٗ کا تصور علم اس سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ بقول

اعلیٰ حضرت تعلیم انفرادی ہو یا ایک معاشرہ کی ضروریات پورا کرتی ہو اس کا مقصد ہے معاشرہ میں ایسے افراد پیدا کرنا جن سے سارا معاشرہ اثر لے اور وہ دوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔ اس ماڈل معاشرہ میں جو استاذ تعلیم دیتے ہوں ان کے تعلیم دینے کا مقصد فقط ڈیوٹی انجام دینا نہ ہو بلکہ وہ ایسے افراد کی پیداوار میں اضافہ کو یقینی بنائیں جس سے اسلامی فلاحی معاشرہ کی تشکیل ہو۔ مذکورہ تربیت یافتہ افراد نہ صرف اپنے ارد گرد کے ماحول کو متاثر کریں بلکہ پورے معاشرہ کو متاثر کرنے کے لئے ایک خوشگوار ماحول کو یقینی بنائیں۔

اب ہم مذکورہ نکات پر غور وفکر کرتے ہیں اور تفصیلاً انہیں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

ان نکات کا مقصد ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل ہے جس کا ہر فرد دوسرے کے لئے نمونہ ہو۔ جس کے اخلاق اعلیٰ اور عادات واطوار اسلامی تعلیمات کا نمونہ ہوں۔ ایک پرامن معاشرہ تعلیم کی تشکیل اور موثر نظام زندگی کے بغیر ممکن نہیں اور حقیقتاً وہ نظام زندگی اسلام ہے جو دین حق وفطرت ہونے کے ساتھ ساتھ نظام حیات کا آفاقی تصور ہے۔

استاد اور طالب علم دونوں کی اجتماعی ذمہ داری معاشرہ کی اصلاح ہے۔

امام احمد رضا کا تیسرا نکتہ علمی وسعت میں مزید نکھار پیدا کرتا ہے۔ امام احمد رضا ایک پیشہ ور استاذ نہ تھے بلکہ انہوں نے خلوص ومحبت کے ساتھ محبت رسول ﷺ، صحابہ کرام، اہلبیت عظام، اولیائے امت اور علمائے کرام کی عزت وتوقیر کا بھی درس دیا ہے۔

امام احمد رضا کے یہ دس نکات اسلامی معاشرے کی کامیابی کی بنیاد ہیں۔ یہ

مستقبل کے افراد معاشرہ کی تربیت اس انداز سے کرنے کا درس دیتے ہیں جو نہ صرف خود کفیل معاشرہ کی تشکیل کریں بلکہ ایک جدید معاشرہ اور جدید دنیا میں اپنا مقام پیدا کر سکیں۔ ایسا معاشرہ اسی وقت تشکیل کیا جا سکتا ہے جب تعلیم کسی مقصد کے تحت ہو۔ امام احمد رضا کے اس نظام تعلیم کے خاکہ کی اہمیت اس قدر اہم کیوں ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کے دور میں اسلامی معاشرہ غیروں کے کنٹرول میں تھا اور یہ حالت اب بھی جوں کی توں ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے ہمیشہ ہر جہت سے کنٹرول معاشرہ میں روشنی کی کرن پیدا فرمائی۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ میں ظلم ایک جہت سے نہیں تھا بلکہ ہر جہت سے تھا اور ایسے مظلوم معاشرہ کو کسی ایسے منصوبہ کی ضرورت تھی جو اسے آزادی اور خومختاری کی راہ دکھائے۔ امام احمد رضا نے ان عوامل کی نشاندہی کی جو اس وقت کے معاشرہ میں اور موجودہ معاشرہ میں خرابی پیدا کرنے کے باعث تھے۔

وہ نظام تعلیم جو مسلمانوں میں لادینی نظریات کو فروغ دے رہا تھا اور دے رہا ہے، اعلیٰحضرت نے اس کی نشاندہی فرمائی اور اسلامی نظام تعلیم کو ہر درس گاہ کی بنیاد قرار دیا۔ مسلم خاندان کے بچے اسکول میں تعلیم حاصل کریں اور تہذیب وتمدن غیروں کا اپنانے میں فخر محسوس کریں دراصل یہ ایک سازش تھی اور موجودہ معاشرہ میں بھی ایک المیہ ہے۔ مسلمان بچے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنا مذہب، معاشرہ اور ثقافت چھوڑ کر لادینی نظریات کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس خطرہ کی طرف اشارہ دیا اور اس کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے ۱۰ نکاتی فارمولہ عنایت کیا۔

امام احمد رضا کے دور میں علی گڑھ یونیورسٹی میں جو تعلیم دی جا رہی تھی اس میں طلبہ کو اسلامیات کی تعلیم ضرور دی جاتی تھی مگر سائنس پر اسلام کی فوقیت دینے کے بجائے اسلام کو سائنس کے تابع کرنے کی کوشش کی گئی کیونکہ اس وقت کی انگریزی حکومت میں ایسی ہی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل افراد انتظامی عہدوں پر کام کر سکتے تھے۔ اس طرح اسلام کو حقیقی معنوں کے بجائے نئی شکل کے ساتھ پیش کیا گیا۔ امام احمد رضا نے ایسے نظام تعلیم کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی جو اسلام کی حقیقی شمع روشن کرنے کا سبب ہو۔

امام احمد رضا نے اس جدید یونیورسٹی میں تعلیم یافتہ افراد اور معاشرے کے دیگر افراد کے درمیان طبقاتی تقسیم کی نشاندہی کی کیونکہ چند لوگ ایسی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لادینی معاشرہ میں انگریز حکومت کے آلہ کار بنتے تھے جس سے معاشرہ میں طبقاتی ماحول کو فروغ حاصل ہوا۔

مسلم طلبہ کا علم اور ان کی صلاحیت اسلامی معاشرہ میں فوائد وثمرات چھوڑنے کے بجائے دشمنانِ دین کی نذر ہوئی۔ اس طرح جو قیادت اسلامی معاشرہ میں مخلص تھی اور اسلامی نظام زندگی میں پختہ یقین رکھتی تھی انہیں اہم عہدوں سے خارج کر دیا گیا۔ نتیجہ وہ طلبہ جوان جدید درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں انہیں بھی انگریزی حکومت نے کسی بھی اہم عہدہ کی ذمہ داری نہ سونپی۔

امام احمد رضا نے مسلمانِ عالم کے لئے نہایت زریں اصول وضع کیا اور انہیں اپنے علم اور صلاحیت کو اسلامی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کرنے کی تلقین کی۔

آج لادینی معاشرہ میں نظام تعلیم مسلمان بچوں کو دین اسلام سے متنفر کر رہا ہے۔ جس طرح اعلیٰحضرت کے دور میں انگریزی نظام تعلیم نے صرف مخصوص طبقوں کو یونیورسٹیوں میں نمائندگی دی باوجود یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے طلبہ کو نچلے درجہ میں رکھا گیا۔

امام احمد رضا نے یہاں ایسے نظام تعلیم کے رواج پر زور دیا اور اس بات اور تصور کی قطعاً تردید کی جس کی رو سے دینی علوم کے علاوہ دیگر مضامین کی اجازت نہ ہو۔ امام احمد رضا نے نہایت واضح الفاظ میں مفید اور معلوماتی مضامین وعلوم کو طلبہ کے لئے ضروری قرار دیا۔ امام نے واضح فرمایا کہ مذکورہ مضامین وعلوم کو اسلام کی آفاقی روشنی میں پڑھا جائے جو انہیں دین ودنیا میں سرخرو کرے لیکن ان کی توانائیاں اور صلاحیتیں اسلامی معاشرہ کے لئے ہوں۔ البتہ وہ علوم جو کلیۃً اسلامی علوم سے متصادم ہوں ان کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ ایسے علوم نے نہ صرف لادینیت کو فروغ دیا بلکہ امت مسلمہ کو اوج ثریا سے زمین پر دے مارا۔

امام احمد رضا نے اپنے تعلیمی خطبہ کے تیسرے نکتہ میں امام الانبیا ﷺ، صحابہ کرام، اہلبیت اطہار، اولیائے امت وعلمائے ملت کی محبت وعزت کو ضروری قرار دیا کیونکہ اس دور میں جو طلبہ ان جدید یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے انہیں اسلام کی اصل حقیقت سے بے خبر رکھا گیا۔ ان بے خبر فارغ التحصیل طلبہ نے اسلام کی مکمل سوجھ بوجھ اور علم کا سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے بعد بھی اسلامی قیادت کے خلاف آواز اٹھائی۔ کیونکہ وہ ہر شے کو اپنے علم کی روشنی میں جانچنے کے عادی تھے یہاں تک کہ اسلامی نظام زندگی کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ انہوں نے اکابرین امت کی

محبت اور اتباع کو غیر ضروری قرار دیا۔ امام احمد رضا نے اس غلط اور فرسودہ تعلیم کو اسلام کے خلاف قرار دیا اور محبت رسول ﷺ، صحابہ کرام، اہلبیت اطہار، اولیاء اور علماء کی محبت وتعلق کو ضروری قرار دیا۔

ان تعلیم یافتہ افراد میں سے بعض نے اسلامی معاشرہ کے خلاف منظم جدوجہد کا آغاز کیا اور ”جدید اسلام“ کے نظریہ کے فروغ کے لئے انہوں نے انگریزوں کے اشاروں پر بھرپور خدمات انجام دیں کیونکہ وہ انگریزوں کے نظام میں اس وقت تک اہمیت حاصل نہ کر سکتے تھے جب تک وہ معاشرہ اسلامی کو ناقابل عمل اور فرسودہ قرار نہ دیتے۔

اس تجدد پسندی کی خواہش میں بعض تعلیم یافتہ افراد نے بھی حقیقتِ اسلامی کا انکار کیا اور نئے نئے نظریات پیدا کر کے امت مسلمہ میں نئے فرقوں کی بنیاد ڈالی۔ ان میں مصر کے محمد عبدہ نے مغربی اسلام کی تحریک شروع کی اور نص قطعیہ تک کو روند ڈالا۔ امام نے اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جو اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار تھے کہ اسلام میں طبقاتی تعلیم کا تصور قطعاً موجود نہیں۔ تعلیم پر معاشرہ کے ہر غریب وامیر اور ادنیٰ واعلیٰ طبقہ کے افراد کا برابر کا حق ہے۔ محمد عبدہ نے اسلام کا جو تصور پیش کیا اس کی رو سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کا اسلام غریب طبقہ کے افراد کا اسلام جو مدرسوں میں علم حاصل کرتے تھے، سے مختلف تھا۔ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کا ”اسلام“ انہیں ایسی تعلیم دیتا تھا جو غریب طبقہ کے لوگوں کو حقیر اور نچلے درجے کا تصور کریں۔

امام احمد رضا نے تجدد پسندی کے اس مکروہ عزم کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کی کوشش فقط اس کافرانہ حکومت میں اعلیٰ عہدوں کا حصول ہے۔ وہ اعلیٰ عہدوں کے حصول کے لئے غرباء کو اسلام کی عطا کردہ عزت وتوقیر سے محروم کر

رہے ہیں جبکہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی کا معیار دولت نہیں تقویٰ اور نیکی ہے۔

امام احمد رضا کے پیش کردہ زریں اصول سے قبل ۱۹ ویں صدی کے آخر میں جو نظام تعلیم متعارف کرایا گیا ہے اس نے امت مسلمہ کو دو بڑے درجوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مخصوص طبقہ اور دوسرا محروم طبقہ۔ مخصوص طبقہ تو وہ تھا جو جدید درسگاہوں میں اسلام کے نام پر کافرانہ نظام زندگی اور نظام تعلیم کو فروغ دے رہا تھا۔ اس طبقہ نے انگریزوں کی نگاہوں میں مقام حاصل کرنے کے لئے ''حقیقی اسلام'' کی مخالفت کی۔

امام نے اس غلط رجحان کا پردہ فاش کیا اور اسلام کے ثقافتی ورثہ کی حفاظت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ آپ نے جدید علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم کو لازمی رکھا جو طلبہ کو دیگر قوموں کے مقابلہ میں کامیابی سے ہمکنار کرتے ہوئے فضیلت بھی عطا کرتا ہے۔ قیادتِ اسلامی کی حفاظت دراصل اسلامی ورثہ کی حفاظت ہے اور اسلامی ورثہ کی حفاظت اسلامی نظام زندگی کی حفاظت ہے۔ جدید دور کی حکومتوں نے عوام الناس کو ماتحت کرنے کے لئے تعلیمی ہتھیار استعمال کئے ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس نہ صرف جسمانی طور پر ان کے کنٹرول میں آجاتے ہیں بلکہ ذہنی غلامی کی ذلت سے بھی دوچار ہوجاتے ہیں۔ اسلام میں تعلیم کا فریضہ اہل علم کی ذمہ داری ہے۔ ریاست انہیں وسائل دینے کی ذمہ دار تو ہے لیکن تعلیم کی حقیقی ہیئت وصورت کو تبدیل کرنے کا اسے کوئی حق نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں علمائے کرام اور اسکالر عوام الناس کو صراط مستقیم سے روشناس کراتے ہیں اور ریاست انہیں اس مقصد کے لئے مناسب ماحول فراہم کرتی ہے۔

ان جدید درسگاہوں سے فارغ ہونے والے افراد نے امت مسلمہ کے علماء اور اسکالر کے اثر ورسوخ کے خلاف دشمنان دین کے اشاروں پر جدوجہد شروع کر دی۔ انگریزوں کے اس اقدام کا مقصد تھا اسلامی قیادت کو ختم کر کے کافرانہ نظامِ حکومت کو نافذ کرنا جس کے لئے انہوں نے ایسے لوگوں کا استعمال کیا۔ دوسرے لفظوں میں انگریزوں کے اس اقدام نے ان لوگوں کے خلاف اور محاذ قائم کیا جو اپنے دلوں میں حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، اہلبیت اطہار اور اولیاء عظام اور علماء حق سے محبت رکھتے تھے انہوں نے ایسے لوگوں کے بارے میں شخصیت پرستی کا شوشہ چھوڑا۔

امام احمد رضا نے اپنے تیسرے تعلیمی نکتہ میں مذکورہ اسلاف کی محبت پر بہت زور دیا ہے اور اسے طلبہ کے لئے زبان سے زیادہ دلوں پر نقش کرنے کا درس دیا ہے۔ علی گڑھ سے فارغ التحصیل طلبہ نے خود کو انگریزوں کے نظام میں موزوں ثابت کرنے کے لئے ہر وہ کام انجام دیئے جو انہیں تعلیمی درسگاہوں میں سکھایا گیا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام کو جدید نظریات کے ماتحت کرنے کی کوشش کی۔ عوام الناس کو علماء اور اسلاف امت کے خلاف اس طرح ابھارا کہ وہ موجودہ دور کے مسائل کی حل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک جدید دور کے لئے اسلاف امت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس نظریہ کی آڑ میں عوام کے لئے اسلام کی وہ شکل پیش کی گئی جو کافروں نے تیار کی تھی اور جس کی بنیاد محمد عبدہ مصری نے رکھی تھی یعنی ایک ایسا نظریہ جس نے طبقاتی تقسیم کو مزید تقویت بخشی اور امت مسلمہ کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔

امام احمد رضا نے ان حالات میں نہایت واضح موقف اختیار کیا کہ اسلام میں طبقاتی نظام تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ تعلیم جو امیروں کے لئے ہے غریب بھی

وہی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور ہر طبقہ کو اس پر یکساں حق حاصل ہے۔ ماڈرن اسلام کی شکل میں محمد عبدہ مصری کے پیش کردہ باطل نظریات کی رو سے گاؤں میں تعلیم حاصل کرنے والے غریب طلبہ کا نظام تعلیم شہری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاصل کرنے والے اعلیٰ طبقہ کے نظام سے مختلف تھا۔

امام احمد رضا نے اس نظریہ کو باطل ٹھہرایا اور ۱۹ویں صدی عیسوی کے اواخر میں جب کسی دوسرے مفکر نے علی گڑھ تحریک کے متبادل نظام پیش نہیں کیا، آپ نے اس فریضہ کی طرف توجہ دی اور اسی سے ان کے اصلاحی نکات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام نے امت مسلمہ کے حقیقی تعلیمی مسائل کے حل اور افراد کی غلط ذہنی تربیت کے خلاف آواز حق بلند کی۔ امام کے اس مجاہدانہ کوشش نے امت مسلمہ میں کئی تبدیلیاں پیدا کیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) امام احمد رضا نے جدید تعلیم کو اسلام کی روشنی میں نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ امت مسلمہ کو اسلام کے ساتھ ساتھ اس کی تلقین کی جو ایک اسلامی معاشرہ میں امن وسکون پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ بغیر اسلام کے جدید تعلیم مسلمانوں کو ذہنی طور پر غیروں کا غلام بناتی ہے جبکہ اسلام کی روشنی انہیں پراگندگی سے بچا کر خالص مسلمان بناتی ہے۔

(۲) ان نکات کی روشنی میں ریاست کو اس بات کا حق نہیں دیا گیا کہ وہ عوام الناس پر اپنی پسند کے تعلیمی نظریات مسلط کرے۔ ریاستیں ہمیشہ سے ہی عوام کو ذہنی طور پر غلام بنانے کے لئے تعلیم کو کلیۃً تبدیل کرتی آئی ہیں۔ آپ نے اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔

(۳) حکومت تعلیم میں بالواسطہ طلبہ کے اذہان میں اسلام کے خلاف زہر بھر رہی تھی جو انہیں سچا مسلمان بنانے کے بجائے ایک لادین طالب علم بنا دیتی تھی۔ امام احمد رضا نے اسکولوں میں طبقاتی تعلیم کو بے بنیاد اور خلاف اسلام قرار دیا۔ آپ کے مطابق اسکولوں میں نسلی تعصبات، طبقاتی تقسیم، قومیت اور دیگر لادینی نظریات طلبہ کے بنیادی حقوق تعلیم کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر طلبہ کو طبقاتی نظام تعلیم دی جائے گی تو اس کا مطلب ہوگا معاشرہ میں طبقات پیدا کرنا جو دشمنانِ دین کی سازشوں کی تکمیل کرتی ہے۔ مسلم طلبہ کو اس طرح کی تعلیم دی جائے کہ وہ دنیا کے ہر گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کو بھائی اور بہن سمجھیں۔ یہی رشتہ کا تصور اسلامی نظریات اور اسلامی تہذیب کی بنیاد ہیں۔

(۴) جدید معاشرہ میں تعلیم کا مقصد فقط سرٹیفکٹ اور اچھی نوکری حاصل کرنا ہے اس طرح طلبہ میں علم وحکمت کی روح فوت ہو جاتی ہے۔

امام احمد رضا نے اس غلط تصور کو خلافِ فطرت قرار دیا اور طلبہ کو علم وحکمت کے موتی نہ صرف اچھی نوکری کے حصول کے لئے بلکہ اپنی زندگی کو اصولوں کے مطابق گزارنے کی تلقین کی۔ ان نکات کی روشنی میں طلبہ کو معاشرہ کا ایسا فرد بنایا جائے جو معاشرہ میں مثبت کردار ادا کریں۔ اکثر مسلمان والدین اپنے بچوں کی تعلیم فقط اچھی ملازمت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ایسے مسلمان اسلام کے حقیقی تصور علم سے ناواقف ہیں جو امام احمد رضا نے پیش فرمائے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں اسلام کے تصور علم کے بارے میں پڑھایا ہی نہیں گیا۔ جن درس گاہوں میں انہیں

پڑھایا گیا ان کا مقصد فقط چند مجوزہ کتب پڑھنا، امتحان پاس کرنا، سٹرفکیٹ کا حصول اور اچھی ملازمت کا پالینا ہے۔ زندگی کے دیگر شعبوں، اخلاقیات، معاشرہ میں مثبت کرداراور ذمہ داریاں ان کے نصاب کا حصہ نہیں ہیں۔

سب سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ معاشرہ میں مسلمان ہر اس چیز کی تعریف کرتے ہیں جو مغربی معاشرہ کا حصہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنی فضیلت مغربی ثقافت کی پیروی میں سمجھتے ہیں۔ نوجوانانِ اسلام اسلامی ثقافت سے بے بہرہ ہیں۔ ان کی زندگی کا محور اس مغربی معاشرہ میں دردر کی ٹھوکریں کھانا، دشمنانِ دین کی چاپلوسی اور نتیجۃً زندگی کی ہر خوشی سے محروم ہوکر اسلام سے دوری اور نشہ شراب میں مست ہونا ہے۔ اس طرح کی غلط اور بے لگام زندگی میں بچوں کا قصور نہیں بلکہ انہیں زندگی میں اسلام کی تعلیم ہی نہیں دی گئی نہ انہیں اسلامی ثقافت کی برکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ ان کی زندگی لادینی اسکول میں جاتے جاتے گزر گئی لیکن ان کے والدین کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ انہیں اسلامی درس گاہ تک لے جاتے۔

مغربی معاشرہ کے پروپیگنڈہ کی رو سے اسلام فقط بولنے اور سننے کی چیز ہے۔ اس میں عمل کرنے اور نہ زندگی میں اپنانے اور اختیار کی ضرورت ہے۔ اگر انہیں اسلاف کے کارناموں اور کراماتِ اولیاء سے آگاہی دی جاتی ہے تو یہ گمراہ قائدین انہیں بدعت اور شرک کی نوید سناتے ہیں جس سے نوجوانانِ اسلام اسلاف اور اولیاء کرام سے دور ہوتے ہوتے نہ صرف اسلام کے نظام حیات بلکہ روحانیت سے دور ہوکر لادین ہوجاتے ہیں۔

مسلمانانِ ہندوستان و برطانیہ کی اس قابل رحم حالت کا حل صرف یہ ہے کہ

امام احمد رضا کے نکات کی بنیاد پر اسکول اور درس گاہیں قائم کی جائیں جو انہیں اسلامی نظام زندگی، نظام تعلیم اور ثقافت اسلامی سے آگاہ کریں۔ ان درس گاہوں میں مسلم طلبہ اپنے شاندار ماضی کا علم حاصل کرسکتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرکے موجودہ دور میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ انہیں درس گاہوں کی کامیابی کی بنیاد پر اسلامی یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ جہاں جدید کو قدیم کے نقطۂ نظر سے پرکھا جاسکتا ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ اقوام عالم میں درس گاہیں منفرد اور بہتر ثابت ہوں گی۔

امام احمد رضا نے ایک ایسا راستہ متعین کر دکھا دیا جو اہل اسلام اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے کھو چکے ہیں۔ اس نقصان کے ذمہ دار نہ صرف دشمنانِ دین ہیں بلکہ وہ مسلمان بھی ہیں جنہوں نے تجددپسندی میں اپنی حقیقت کو غیروں کی تہذیب میں گم کر دیا۔ امام احمد رضا نے اہل اسلام کو قابل عمل نظریہ سے روشناس کرایا اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی نظام تعلیم کو رواج دینے کا فریضہ انجام دیا کیونکہ اس جدید دور میں تعلیم ہی ایسا شعبہ رہ گیا ہے جس میں کم تنخواہ اور کم عزت و توقیر کا حقدار اساتذہ کر گردانا گیا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں اس غلط تصور کے خلاف صحیح نظریہ اور اس کا متبادل حل پیش کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں نظام تعلیم کا ایک اور سانحہ شعبہ جاتی پہلو ہے جو ایک تنگ نظر تعلیمی نظریہ کا اظہار ہے کیونکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اساتذہ کسی بھی ایک مضمون میں تخصص کی بنیاد پر تعلیم دیتے ہیں جنہیں اپنے مضمون کے علاوہ دیگر مضامین

کے بارے میں علم حاصل نہیں ہوتا۔ ایک ہی دائرہ میں محدود اساتذہ ایک طالب علم کی کل ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے تعلیمی نکات میں اسلام کو بنیادِ تعلیم قرار دے کر اس کا متبادل تصور پیش کیا۔ امام احمد رضا کے اصلاحی اور فلاحی نکات میں اس کا عملی نمونہ دیکھا جاسکتا ہے۔ آپ کے دور میں بریلی شریف میں مضمون پر حاوی اساتذہ نے علم کے موتی بکھیرے۔ خود امام احمد رضا ۸۵ علوم وفنون پر ملکہ رکھتے تھے۔ شریعت اسلامی، روحانیت، سائنس، ریاضی وغیرہ ان کے دائرۂ تدریس میں داخل تھے۔ ایسے تدریسی ادارے اہل اسلام کے لئے بالخصوص ایک تحفہ رہے ہوں گے۔

امام احمد رضا کے اسی تعلیمی منصوبہ کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام کو تعلیم کی بنیاد بنانے سے جملہ مضامین کا علم اور فہم حاصل کرنا ممکن بلکہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جملہ مضامین کے بارے میں تفصیلی بیان موجود ہے۔ سائنس، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، کیمسٹری، بایولوجی وغیرہ۔

امام احمد رضا کے نکات کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس نظام تعلیم میں ایک طالب علم کو مکمل انسان کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے جو زمین پر خدا کا نائب اور معاشرہ میں عالم انسانیت کے لئے ایک نمونہ ہوگا۔ آہ! امام احمد رضا کے پیش کردہ نظام تعلیم کی کس قدر ضرورت ہے اس ظالمانہ دور میں اور کیسی اہمیت ہے اس کی۔ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حیات دراصل دشمنانِ دین کے خلاف جہاد کرتے ہی گذری۔ وہ اسلام اور اسلامی معاشرہ کو حقیقی روپ میں دیکھنے کے متمنی تھے۔ وہ اسلام پر ہونے والے داخلی اور خارجی حملوں کے خلاف ہمہ تن برسرِ پیکار

رہے۔ حضرت احمد رضا کی جملہ کاوشوں پر مشتمل مضمون "چار بنیادی نکات" پہلے چھپ چکا ہے۔ جو چار نکاتی منصوبہ کہلاتا ہے۔

امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء کے چار نکاتی منصوبہ کا مقصد انگریزوں کے وسیع وعریض معاشرہ میں اہل اسلام کی تعلیم پر توجہ اور انہیں اسلامی نظام زندگی کے بارے میں ترتیب دینا تھا۔ آزادی کا تصور آگاہی حضرت امام علیہ الرحمہ کے ان نکات میں عیاں ہے جبکہ آپ کے تعلیمی نکات طلباء اسلام کو اسلامی معاشرہ میں ایک معمار کے طور پر پیش کریں گے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ان نکات کو امت مسلمہ کی تحریک آزادی اور حریت کی خشت اول کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تعلیمی نظام مسلمانوں کو کافروں کی سیاسی غلامی اور کافرانہ معاشرہ سے آزادی کا درس دیتے ہیں۔ یہی نکات امت مسلمہ میں صالح قیادت کو مضبوط کرنے اور علماء حقہ اور اولیاء امت کی محبت کا درس دیتے ہیں۔ ایک ایسا نظام تعلیم جس میں امت مسلمہ کے روح رواں اولیاء وعلماء کو اپنے کردار ادا کرنے کا موقع ملتا ہے اور معاشرۂ اسلام کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ ایسے اصلاحی اور فلاحی معاشرے میں بے پڑھے عالم بن جانے والے جاہل علماء کا کوئی مقام نہیں جو خود بھی گم کردہ راہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا گم کردہ راہ کرنے اور بنانے میں مددگار ہوتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے انہیں نکات میں اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ ایسے اداروں میں جہاں اسلامی نظام تعلیم کا نفاذ ہو تہذیب اسلامی آزادی سے اپنا مقام حاصل کرسکتی ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی وساطت سے اہل اسلام میں بھائی چارے کو فروغ حاصل ہوگا۔

دنیوی واخروی کامیابیاں اسلامی نظام میں مضمر ہیں۔امام کے مطابق اس منصوبۂ تعلیم میں طلبہ نہ صرف اپنی دنیوی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ روحانی میدان میں بھی مقام کا حصول ان کے لئے آسان ثابت ہوسکتا ہے۔موجودہ حالات ثابت کر رہے ہیں کہ دیگر نظام ہائے زندگی وتعلیم بری طرح ناکام ہیں۔کافرانہ نظام مسلمانوں کو اپنے اصل مقام میں کبھی بھی کامیاب نہیں دیکھنا چاہتے۔مسلمانوں کو اس کافرانہ معاشرہ میں فٹ کرنے کے لئے طرح طرح کے منصوبہ جات اختیار کئے جاتے ہیں لیکن نتائج کی کمزوری، انسانی ذہن کی کمزوری اور کم علمی کا اظہار کرتی ہے۔اہل اسلام اپنی اولاد کو کامیاب کرنے کے لئے امام احمد رضا کے پیش کردہ اور تشریح شدہ نظام تعلیم جو معلم کائنات نبی کونین ﷺ کے علوم ومخاذن سے لی ہوئی روشنی ہے جس نے اپنی پائیداری سے ہر سو اجالا برپا کیا، وہ انسانی علم کی طرح کمزور اور بے بنیاد نہیں بلکہ اس کا مخزن "ان ھو الاوحی یوحی" (بیشک یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ارسال کردہ وحی) اہل اسلام کی امید مذکورہ نظام تعلیم انہیں ذہنی غلامی سے آزادی دلا کر مصطفوی غلامی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عطا کرے گا جس میں ایک عالمگیر اسلامی سلطنت کا قیام پوشیدہ ہے۔آیئے ہم سب ملکر اس عظیم الشان منصوبے کو کامیاب کر کے دنیا کو دکھائیں:

؎ صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔۔۔

باب دوم

امام احمد رضا کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

ترجمہ از: مولانا محمد اسمٰعیل

پچھلے باب میں ہم نے امام احمد رضا کے دس نکاتی پلان کے بارے میں وضاحت کی تھی جو شیخ الاسلام امام احمد رضا نے ۱۸۹۴ء میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے پیش فرمائے تھے۔

ان نکات کا مقصد ایک دنیا میں ایک کامیاب تعلیم یافتہ افراد پیدا کرنا تھا جبکہ دنیاوی اداروں کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ چیز پیدا کرنا مشکل ہے۔اس باب میں انہوں نے اس تعلیمی نکات کے عمل درآمد کے بارے میں بحث ہوگی۔اور خاص طور پر تعلیمی نکات کے بارے میں غور وفکر کرنا ہے کیونکہ ان تعلیمی نکات میں خاص طور پر ان مسمانوں کے لیئے رہنمائی موجود ہے جو کسی ملک میں اقلیت میں رہتے ہیں۔ اگر چہ اما احمد رضا نے اپنے اس تعلیمی منصوبے میں صرف بنیادی رہنمائی پیش کی ہے لیکن آپ کی پیش فرمودہ اس گائیڈ لائن کی روشنی میں مجوزہ تعلیمی منصوبہ کے نفاذ میں مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔یہ منصوبہ جتنا عظیم اور مشکل ہے اسی طرح مستقبل میں اس کے ثمرات بھی بیحد و بے حساب ہونگے۔

شیخ الاسلام امام احمد رضا کا یہ منصوبہ حروف والفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کا مقصد ایسے مسلمان طلبہ کی تربیت کرنا ہے جو جدید وقدیم علوم کا امتزاج ہوں اور جن کی

زندگی کا مقصد دنیا میں کامیاب مسلمان پیدا کرنا ہے۔علماء واولیاء کی سرپرستی میں پیدا کردہ اس ماحول میں تربیت یافتہ طلبہ ہر محاذ پر کامیاب ثابت ہوں گے۔آجکل کچھ والدین جو اپنے بچوں کو فقط ڈگری کے حصول کے لئے وقف کر دیتے ہیں وہ اس منصوبہ سے خصوصی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔جدید معاشرہ میں ان تعلیمی نکات پر عمل درآمد بہت آسان ہوگا اس کے لئے مسلم اسکول بنیادی حیثیت کے حامل ہوں گے۔
عام اسکول جو کہ مسلمان طلبہ کی ایسی کھیپ تیار کرنے میں ماہر ہیں جو بعد از تکمیل تعلیم معاشرہ میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن تربیت کی عدم فراہمی کی وجہ سے یہ تربیت یافتہ افراد اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف دنیا کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ وہ اپنے مسلم معاشرہ میں رہنا پسند نہیں کرتے بلکہ غیر مسلم معاشرہ میں زندگی گزارنا انکا مقصد ہوتا ہے۔

اسلامی وغیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کے لئے علحدہ اسلامی اسکول کھولنا بھی ایک مسئلہ ہے اور بدقسمتی سے مسلمانوں کی کافی تعداد عام اسکول میں زیر تربیت ہے جو کہ حکومت کی زیر نگرانی چل رہے ہیں،ان میں مثالی طلبہ کی پیداوار ناممکن ہے۔دنیا میں اب تک اس بات کے آثار نظر نہیں آتے کہ کیا ان معیاری اسلامی اسکولوں کے لئے حکومت فنڈ مہیا کرے گی یا نہیں۔علاوہ ایسے اسلامی ممالک جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں غیر اسلامی ذہن کی حکومتیں اس منصوبے میں مددگار ثابت نہیں ہوسکیں گی نتیجۃً اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے یا تو اسٹیٹ اسکولوں سے باہر یا پھر ان کے لئے اعلیٰ سمجھ بوجھ اور مالدار مسلمانوں کو جزوی طور پر کوشش کرنی ہوگی۔
اولاً : مسلمان سرکاری اسکول سے ہٹ کر اپنے لئے اسلامی اسکول متعارف

کروائیں جو کل وقتی طور پر علماء اور جدید اسلامی اسکالرز کی نگرانی میں اپنے فرائض انجام دیں جن میں اعلیٰ اسلامی تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تدریس کا بھی بندوبست ہو۔
ثانیاً : مسلمان والدین اور عام مسلمان کے مشترکہ جدوجہد سے بچوں میں اسلامی تربیت کو روشناس کرایا جائے۔
ثالثاً : بچوں میں اسلامی تربیت کے لئے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں یعنی ٹی وی، اخبارات، سیڈیز اور سیٹلائٹ کے ذریعہ بچوں میں اسلامی تعلیم سے آگاہی نہایت آسان پیرائے میں کی جاسکتی ہے۔
رابعاً : مسلمان آپ اپنی مدد کے تحت انفرادی طور پر بچوں کو اسلام کے آفاقی پیغام سے روشناس کرائیں۔اس کے لئے مفید کتب وغیرہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔
خامساً : علماء ومسلم اسکالرز اس مقصد عظیم کے لئے حتی الامکان کوشش کریں اور اپنی اپنی جگہ بچوں میں حقیقی اسلامی روح بیدار کرنے کی کوشش کریں۔اس کے حصول کے لئے مذکورہ بالا ذرائع کا استعمال بھی مفید ثابت ہوگا۔
اس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دس نکاتی فارمولہ جات کے مقاصد کا حصول ہوسکتا ہے۔علماء واولیاء اور ہر مسلمان انفرادی طور پر بھی اسلام کے لئے کام کرنا اپنا فرض مذہبی سمجھیں۔عورتیں اپنے بچوں کو دینی کتابیں فراہم کرائیں اور ان کے مطالعہ میں اعانت کریں۔یہ اس وقت ممکن ہے جب والدین اپنے بچوں کو اسکی افادیت سے آگاہ کریں گے اور اساتذہ کرام حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی تصنیفات سے رہنمائی حاصل کریں۔ہر عالم اور پیر اور معاشرہ کا ہر فرد اپنی اپنی بساط کے مطابق

اس میں حصہ لے۔ علماء کرام اپنے پیروکاروں اور پیران عظام اپنے مریدوں میں ایسی تعلیم کے حصول کی اہمیت اجاگر کریں۔ اس طرح مشترکہ جد و جہد سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تعلیمی نکات کا ثمر مستقبل قریب میں معاشرہ میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا جس سے عظیم مسلمان پیدا ہوں گے جو اسلامی روح بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کریں گے اور اس طرح دنیا میں احیاء اسلام ممکن ہوگا۔

اصل مسئلہ معاشرہ میں ان تعلیمی نکات کے نفاذ کا ہے۔ آیا ہم کس بنیاد پر اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس سے قبل کہ اس موضوع پر لب کشائی کی جائے ہمیں سرکاری اسکولوں کے حوالے سے مسلمانوں کے رویہ کا رخ متعین کرنا ہوگا۔

بعض مسلمان یہ تصور کرتے ہیں کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا کا پیش فرمودہ منصوبہ سرکاری اسکولوں کے نصاب سے سراسر مختلف ہے اور وہ سرکاری اداروں میں تعلیم و تدریس سے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہمارے دینی اسلامی اسکولوں کی کمزور کارکردگی کا بھی گلہ کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کر کے اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک مقام پیدا کرنا چاہئے تاکہ لوگ اسلام کے بارے میں آگاہی حاصل کرسکیں۔ اس معاملہ میں وہ کہاں تک درست ہیں، اس کے لئے زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں، وقت خود اسکا گواہ ہے۔ اس حیثیت سے بھی آگاہ ہونا ضروری ہے کہ سرکاری اسکولوں میں کچھ چیزیں مسلمانوں کے لئے خلاف مذہب ہیں۔ ان اسکولوں میں تمام مضامین سبھی طلبہ کے لئے لازمی ہیں لہٰذا ان اسکولوں میں اسلام کو ایک عام مذہب تو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن اسکی افادیت اور عالم گیریت کو وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ اعلیٰحضرت امام احمد

رضا کا نظریہ تعلیم اسلام کو نہ صرف بطور مضمون بلکہ نظام زندگی متعارف کرانا چاہتا ہے۔

اولاً : سرکاری اسکولوں میں دیندار طلبہ کو امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آجکل ایسے منصوبہ جات کا جن میں دیندار طلبہ کو غیر امتیازی سلوک کا سامنا ہے نہ صرف زور شور ہے بلکہ اس میں آئے دن تیزی آرہی ہے۔

ثانیاً : اگر کوئی دین دار طالب علم ان اسکولوں میں اچھی کارکردگی سے اپنا مقام پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا فرق اسکی اس سوچ کو پارہ پارہ کردیتا ہے نتیجتاً وہ اچھی تربیت اور اچھے نمبروں سے پاس ہونے کے باوجود اچھا کام ملنے سے محروم رہتا ہے۔

آج کی اس دنیا میں دیندار طلبہ میں یہ سوچ اپنی انتہا پر ہے کہ کیا وہ ان سرکاری اسکولوں میں حصول تعلیم کے بعد اعلیٰ معیار کی ڈگری لینے کے باوجود بھی اچھی ملازمت پر متعین ہوجائیں گے۔ موجودہ دور کے مسلم والدین اس بات کے بھی شاکی ہیں کہ ان کی اولاد ماں باپ کی فرمانبردار نہیں! اگر حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے تو سارا مقصد اور غلطی والدین کی اپنی نظر آئے گی جنہوں نے اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں اچھی ڈگری اور اچھی ملازمت کے لئے وقف کردیا لیکن اسلام کی سنہری تعلیم اور اصولوں سے دور رکھا۔

حصول تعلیم کا مقصد صرف اچھی نوکری ہی نہیں، حصول تعلیم صرف ملازمت کے حصول کے لئے نہیں ہونی چاہئے بلکہ تعلیم کا مقصد معاشرہ میں ایسے افراد پیدا کرنا ہیں جو اپنا مقام پیدا کرسکیں اور وہ ایسے تربیت یافتہ ثابت ہوسکیں جو کسی بھی شعبۂ زندگی میں اپنا اعلیٰ کردار ادا کرسکیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس نظریۂ تعلیم کے مطابق سرکاری اسکول میں ہرگز ہرگز یہ ٹارگیٹ حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا امام احمد رضا

مسلمانوں کے اس سوچ ہی کو بدلنا چاہتے ہیں جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان کے بچے ان اسکولوں میں تعلیم کے بعد اسلام کی خدمت کر سکیں گے۔

آپنے ملاحظہ کیا ہوگا، آج تک دین دار مسلمانوں کی ہر وہ کوشش جس میں اسلامی روح کارفرما تھی ان دنیاوی تعلیمی اداروں میں اس کو رد کر دیا گیا اور ان دیندار مسلمانوں کو علیٰحدہ تشخص برقرار نہیں رکھنے دیا گیا بلکہ ان پر بنیاد پرستی کا الزام لگایا گیا۔ اگر ان مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے کیا اہتمام نہ کیا۔ سرکاری اسکولوں میں عربی، اردو، اسلامیات کے مضامین بھی ساتھ ساتھ پڑھائے جارہے ہیں اب جبکہ ہم آپ کے لئے اتنا کچھ کر چکے تو جواباً آپ بھی تعاون کرتے ہوئے اس لادینی ماحول میں ضم ہو جائیں اور اپنا علیٰحدہ تشخص قربان کر دیں۔

مسلمانوں کے مخالفین ببانگ دہل کہہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے علیٰحدہ اسکول بنیاد پرست پیدا کریں گے لہٰذا ان اسکولوں کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ مسلمانوں کے علیٰحدہ اسکول معاشرہ میں تقسیم پیدا کرتے ہیں۔ تو کیا دیگر مذاہب کے اسکول بنیاد پرست پیدا نہیں کرتے پھر الزام مسلمانوں پر ہی کیوں لگا؟ فرسودہ الزام کی رو سے تمام مذاہب کے تعلیمی ادارے دنیا میں طبقات کی تقسیم کا سبب بنتے ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں ہے کہ کیا یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے مذہبی اسکول بنیاد پرست پیدا نہیں کرتے جبکہ اسلام ایک صاف ستھرا معاشرہ اور روحانی ماحول کا علمبردار ہے لہٰذا اسلام کو قطعاً اجازت دینا پسند کیوں نہیں کرتے؟ تعجب ہے!

مسلمانوں کو آج کی اس دنیا میں نہایت محتاط رہنا ہوگا کیونکہ کافر قطعاً اسلام پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اس دنیا میں مسلمانوں کی ترقی بھی کافروں کی

پالیسیوں کا حصہ ہیں تاہم مسلمانوں کا رویہ سرکاری اسکولوں کے لئے مثبت ہونا چاہئے یعنی کوئی ایسا قدم جو ان پر دھبہ لگائے اس کا موجب نہیں بننا چاہئے۔ اس تعاون کا ہرگز غلط مطلب نہیں لینا چاہئے بلکہ اسکا مقصد مسلمانوں کی اپنی حفاظت ہے نہ کہ کافروں کی ترقی۔

اگرچہ آج کی اس دنیا کی لادینی تہذیب میں مسلمانوں کے لئے اپنے نظریات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مثبت رویہ ذرا مشکل ہے تاہم اسلام دین حکمت ہے اور اس عالمگیر مذہب میں دنیا کی تمام اقوام و مذاہب کی ذاتی آزادی کا تصور موجود ہے لہٰذا مسلمان سرکاری اسکول کے باہر کے ماحول میں بھی ہمہ وقت اپنے مذہب پر کاربند رہیں۔

آجکی دنیا میں مسلمانوں کے علیٰحدہ اسلامی اسکولوں کے لئے سب سے بڑا درپیش مسئلہ مالی معاونت کا ہے اور یہی مسئلہ شاید اس تعلیمی منصوبہ کی تکمیل میں رکاوٹ ہے۔ چونکہ سرکاری اسکولوں میں رقم کی فراوانی ہے اور یہی چیز مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے۔ اگرچہ کوئی حکومت مسلمانوں کے اسکول کھولنے کے لئے رقم فراہم کرے گی مگر شرائط بہت سخت ہوں گی۔

وہ شرائط ایسی ہیں جو اسلام اور مسلمان دونوں کے لئے قابل قبول اور مناسب نہیں ہونگی۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے اس مسئلہ کے حل کے لئے دس مذکورہ بالا بنیادی نکات پیش فرمائے جنکی روش میں ان مسائل کو حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ان کا مقصد اسلامی و غیر مسلم ملکوں میں مسلم کمیونٹی کی اہمیت اجاگر کرنا ہے۔ ابتدا میں مسلم کمیونٹی کو اپنی افادیت کو اسٹیٹ کے سامنے تسلیم کروانا ہے اسکے لئے کمیونٹی کا

اتحاد اور ان کا حکومت سے دوستانہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسطرح ممکن ہے کہ مسلمان اپنے تعلیمی مقاصد کے لئے حکومت سے گرانٹ حاصل کرسکیں۔ اس موجودہ دور میں حکومتوں سے اس بات کی توقع رکھنا بے سود ہے کہ وہ مسلمانوں کی ترقی کے لئے اقدام کریں گی۔ آثار کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کہ کوئی بھی حکومت مسلمانوں کو سرے سے برداشت ہی نہیں کرتی۔

آجکی دنیا میں ان حالات میں جبکہ موجودہ حکومت کی اسلام دشمنی بھی ان تعلیمی نکات کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔ سرکاری اسکولوں میں تبلیغ اسلام کی کامیابی بہت مشکل ہے اور یہ اسلامی تعلیمی نکات ان اسکولوں میں ناکام ثابت ہوسکتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اسٹیٹ اسکولوں کے باہر کے ماحول میں اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

اس مضمون کے باقی حصہ میں ہم مسلمانوں کی اس فکر کو متعین کرنے کی طرف توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں جو کہ ان مشکل حالات میں اپنی اصلاح کی طرف گامزن ہونی چاہئے۔ مسلمانوں کی اجتماعی سوچ کو ایک نقطۂ نظر پر مرکوز کرنے کے لئے امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبے کی اشاعت نہایت ضروری ہے تاکہ ہر مسلمان تک اعلیٰحضرت امام احمد رضا کا پیغام پہنچ جائے اور آہستہ آہستہ جملہ اہل اسلام تعلیم اسلام کی خاطر متحرک ہوجائیں۔ اس مقصد کے لئے پہلے والدین کی تربیت کرنا ہوگی جو اپنی اولادوں یں یہ سوچ پیدا کررہے ہیں کہ تعلیم صرف اور صرف اچھی نوکری کے لئے ہے اور بس! یہ تصور مسلمان طلبہ کی بنیادی ضرورت نہیں بلکہ اسلام کی خاطر قربانی کے سراسر خلاف ہے۔ والدین کو ابتداءً اپنی اولادوں میں یہ سوچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اسلام، مسلمانوں، علماء اور اولیاء کرام سے محبت کریں اور اچھی نوکری کے لئے تعلیم تو حاصل

کریں مگر اسلام کو صرف عبادات تک محدود نہ کریں بلکہ زندگی کے جملہ شعبوں میں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ والدین عملی طور پر اپنے بچوں کے لئے خود عملی نمونہ بن کر انکی رہنمائی کریں۔ یقیناً ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان ملازمت پیشہ یا کاروباری مسلمان اور ایک محبّ اسلام میں تضاد نہیں ہوسکتا اور نہ ہونا چاہئے مگر ایسی مثالیں اس معاشرہ میں بہت کم دیکھنے میں آرہی ہیں۔ مزید برآں والدین کو اس رخ کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر وہ اسلامی روایات کو سامنے رکھیں صرف دولت کی ریل پیل میں حصول رشتہ کا معیار نہیں ہونا چاہئے، یہی وجہ ہے آج ہمارے اسلامی معاشرے میں کچھ شادیاں بالآخر طلاق کے ناخوشگوار نتیجے پر ختم ہوتی ہیں۔ اگر بچوں کی تربیت میں محبت اسلام کارفرما ہوتی وہ نہ صرف ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہے ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے فرمانبردار بھی ہوتے۔

آجکی دنیا میں مسلم نوجوانوں میں خاص طور پر ایک بے چین اور غیر ذمہ دارانہ سوچ پروان چڑھ رہی ہے، انہیں بھی اپنے مستقبل کو مسلم معاشرے کے ساتھ وابستہ رکھنا چاہئے۔ ابتدائی عمر سے تعلیم وتربیت کی طرف شوق پیدا ہونا ضروری ہے، انکا مقصد زندگی اور جدید تعلیم دنیاوی معاشرہ میں اپنی خدمات وقف کرنا نہ ہو بلکہ اپنے مسلم بھائیوں کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی مدد کرنا اپنا فرض خیال کرکے اپنی ثقافت سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ ساری چیزیں اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہیں کہ ہمارے نوجوان اپنے مذہب سے لگاؤ رکھتے ہوں۔ اس کے لئے خصوصی طور پر اساتذہ کرام کو طلبہ کی رہنمائی کرنی ہوگی اور ان میں ایک ایسا جذبہ پیدا کریں کہ وہ مسلم معاشرہ کے لئے ہر قسم کی خدمت کو اپنا مذہبی فریضہ خیال کریں۔

آج کی اس جدید دنیا میں جید علماء کرام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ وہ مساجد اور مدارس کو صرف مذہبی فرائض وعبادات تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان میں طلبہ وطالبات کی ایسی تربیت کا انتظام موجود ہو جو طلبہ کے اندر محبت اسلام پیدا کرے، انہیں اپنے مذہب سے جنون کی حد تک لگاؤ ہو، اس کے لئے مدارس میں جدید اسلامی لٹریچر اور دیگر غیر نصابی مواد بھی فراہم ہونا چاہئے۔ عالم صرف مسجد اور مدرسہ کا منتظم نہیں ہے بلکہ وہ مسلم معاشرہ کو ترقی کی راہ پر موجزن کر سکتا ہے۔ مگر کیا ایسا ہو رہا ہے یا علماء کرام اس ضرورت کو سمجھ رہے ہیں، لگتا ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ مگر کیوں؟

اولیاء کرام نوجوان نسل کی رہنمائی میں اپنا اثر ورسوخ استعمال فرمائیں اور انہیں طریقت کے اصولوں کی روشنی میں تصوف کی چاشنی سے بہرہ ور کریں۔

تاریخ شاہد ہے کہ بگڑی ہوئی قومیں جہاں تلوار سے مسخر نہ ہو سکیں وہاں تصوف کی چاشنی نے ان کے قلوب کو فتح کیا۔ اسلامی طریقت میں بعض سلسلے تو تعلیم کا کافی شغف رکھتے ہیں۔ انہیں اپنے کام کی خصوصی توجہ نوجوانوں کے لئے وقف کرنی چاہئے۔

مدارس اسلامیہ اپنی کامیابی کو کثرتِ تعداد نہ سمجھیں بلکہ اپنے طلبہ کی نظریاتی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور معاشرت کے سنہری اصولوں سے بھی آگاہ کریں۔ جو انتظامیہ مدارس چلاتی ہیں انہیں اس حقیقت سے واقف ہونا چاہئے کہ وہ ایک ادارہ کا نظام ہی نہیں بلکہ انہیں ایک معاشرہ کی تربیت کا ذمہ دار سمجھا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا کے تعلیمی نکات کے مدارس میں نفاذ سے ہی اس منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ تو اس سلسلے میں آج کے علماء کرام سے خاص گزارش ہے کہ وہ دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا نصاب پڑھا رہے ہیں جسکی طرف امام احمد رضا نے توجہ دلائی ہے یا محض لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں؟

آج کے دور میں جہاں تک ممکن ہو اور جہاں بھی مسلمان ہوں ان کی غیر سرکاری اسکولوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ بعض غیر سرکاری ادارے طلبہ کی تعلیمی ضروریات بخوبی پورا کر رہے ہیں۔ ان اِداروں میں وہ طلبہ جو اپنی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنا چاہتے ہیں غیر سرکاری ادارے ان کے لئے نہایت موزوں ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔ یہی طلبہ مستقبل میں قوم مسلم کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔

امام احمد رضا نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ وہ نہ صرف دینی علوم حاصل کریں بلکہ عصری علوم میں بھی مہارت حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے لئے چاہے انہیں ایک سے زیادہ تعلیمی اداروں میں رجوع کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ تحصیل علوم کے لئے جذبہ اور شوق پیدا کریں، تمام مضامین میں استعداد پیدا کریں تا کہ وہ دنیا میں جس پلیٹ فارم سے کام کرنا چاہیں انہیں مایوسی نہ ہو۔ علماء واولیاء انفرادی طور پر بھی طلبہ کی تعلیمی ضروریات کا خیال رکھیں اور بہتر ہوگا کہ بعض ابتدائی تعلیمی ادارے ہوں اور بعض متوسط اور پھر اعلیٰ اور منتہی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تعلیمی منصوبہ کے نفاذ میں مخالفت کا بھی قوی امکان ہے۔ سرکاری سطح پر اسکی مخالفت بھی یقینی ہے لیکن سرکاری کوششوں کو نظرانداز کرتے ہوئے ہمیں ان تعلیمی نکات کا پیغام معاشرہ کے ہر فرد تک پہنچانا ضروری ہے۔ بعض مسلمانوں میں اسکی اہمیت سے لاعلمی انہیں مخالفت پر ابھار یگی، انہیں ابتداءً اس تعلیمی منصوبہ کے بارے میں آگاہ کریں۔ معاشرہ میں مختلف حوالوں سے اس تعلیمی منصوبہ کی بھرپور انداز میں ٹکر بھی ہوگی لیکن انشاءاللہ وہ عام لوگ جو ذاتی مفاد کی خاطر اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظام سے ٹکر لیتے ہیں وہ خود ناکام

ہوتے ہیں۔ بعض مسلمان جوصرف برائے نام مسلمان ہیں انہیں خاص طور پر اس سے تکلیف ہوگی کیونکہ اسلام کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کر لیتے ہیں ان کے لئے اس نظام میں کافی مشکل ہے۔

سب سے بڑا مسئلہ جو ہمیں پریشان رکھتا ہے وہ ہماری تعلیمی سوچ ہے یعنی حصول تعلیم کا مقصد صرف اور صرف ڈگری اور نوکری ہے۔ اس سوچ میں تبدیلی نہایت ضروری ہے۔ اور پر سے نیچے تمام اس فرسودہ سوچ کا شکار ہیں حتٰی کہ قائدین امت کے خاندان نیز جاہ و دولت والے خاندان کے افراد بھی ان ڈگریوں کے لئے امریکہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں۔ کسی بھی نظام کے نفاذ میں ابتدائی مشکلات قدرتی امر ہوتی ہیں اس طرح اس تعلیمی منصوبہ کا تعلیمی اداروں میں متعارف کرانے سے مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا بعد ازاں اسکے ثمرات وفوائد اس قدر موثر ہوں گے کہ اسکی ترقی انتہائی سرعت سے اپنا مقام حاصل کریگی پھر تدریجاً اس کی کامیابی دیگر نظام ہائے تعلیم کی ناکامی پر منتج ہوگی۔ جو قومیں اپنے نظام تعلیم اور ثقافت سے دور ہو جاتی ہیں انہیں انہی اقوام کے لوگ عزت سے نہیں دیکھتے، اسی طرح ہمارے نوجوان جنہوں نے جدید علوم کو دینی علوم پر ترجیح دی اور کلیۃً مذہب سے رابطہ توڑ لیا وہ ڈگری یافتہ ہونے کے باوجود اس دنیا میں بیروزگار ہیں اور کافر معاشرہ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے مزید برآں بعض نوجوان تو مذہب سے اس قدر دور جا چکے ہیں کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں اور اپنے والدین کے لئے بھی پریشانی کا باعث ہیں۔

اس باب کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کا مقصد اسلام کو بطور نظام حیات متعارف کرانا اور زندگی کے تمام شعبوں

میں اسکو متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں میں اسکی افادیت بتلانا ہے۔ ایسی تعلیم جس میں مذہب کا عنصر نہ ہو وہ تعلیم فقط کاغذ کا ایک پرزہ تو ہو سکتا ہے لیکن وہ طالب علم کے مستقبل میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی لہٰذا تعلیم وہی موثر ہے جس کی بنیادوں میں مذہب اسلام کی طاقت ومحبت موجود ہو۔ نتیجتاً طالب علم جو ہمہ جہت معاشرہ کی اصلاح کی صلاحیت کا جذبہ لئے مسلم معاشرہ میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے پیش فرمودہ تعلیمی منصوبہ پر عمل درآمد ابتداء مشکل تو ہے لیکن ناممکن نہیں۔ آج کی دنیا میں جہاں مسلمانوں کے لئے دیگر مشکلات ہیں اس تعلیمی منصوبہ پر عمل درآمد میں بھی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں تاہم ہمیں اس موضوع پر کہ ان تعلیمی نکات کے نفاذ میں حائل مشکلات کیسے حل کئے جائیں پر بھی غور وفکر کرنی ہے، اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ سرکاری اسکولوں کے لادینی اور فحش تعلیمی ماحول کے ثمرات ہمارے سامنے ہیں۔ ان رذیل ثمرات کو زائل کرنے کے لئے ہمارے پاس امام احمد رضا کے پیش فرمودہ اس تعلیمی منصوبہ کے علاوہ اور کوئی متبادل نہیں لہٰذا ہمیں مل جل کر اسکی کامیابی کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔

خداوند تعالیٰ معاشرہ کی اصلاح کرنے کے لئے ان اقدام پر عظیم اجرو ثواب عطا فرمائے۔

باب سوم

امام احمد رضا کا جدید اسلامی نظام تعلیم

از: پروفیسر آصف حسین

مترجم: مولانا محمد اسمٰعیل

مسلمانوں کے لئے سب سے مشکل مسئلہ آج برطانیہ میں اپنے مذہب پر استقامت ہے۔ مغربی ثقافت کی چکاچوند روشنی نے نہ صرف وہاں کے مسلمانوں کی زندگی پر گہرا اثر رکھ چھوڑا ہے بلکہ پوری اسلامی دنیا اس کی یلغار سے بری طرح متاثر ہے۔ مسلمانوں میں یہ فکر پیدا ہو چکی ہے کہ اس مغربی ولادینی اور اشترا کی نظریات سے کس طرح نمٹا جائے اور یا اپنی کوشش ترک کر کے "تجدد پسندی" کا راستہ اختیار کیا جائے حتّٰی کہ مسلم دنیا میں مغربی نظریات کی اشاعت کا بیج بو دیا گیا۔ ان حالات میں وہ مسلمان جو مغربی ممالک میں رہائش پذیر ہیں ان کے لئے اپنی شناخت قائم رکھنا ایک الگ مسئلہ ہے۔ ان کے لئے اپنے مذہب اور شناخت کو محفوظ رکھ پانا نہایت ہی مشکل چیلنج ہے۔ مسلمانوں کے لئے شناختی حوالے سے اس امر کی پریشانی بھی موجود ہے کہ آیا اس مغربی معاشرہ میں وہ بطور مسلمان پہچانے جائیں یا برٹش شہری کی حیثیت سے وہ پہچانے جانے میں اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ برطانوی شہری ہیں تو ان کی حیثیت نظام نو آبادیاں کی تاریخ سے تو نہیں؟ اگر وہ پاکستانی یا کسی دوسرے اسلامی ملک سے ہیں تو برطانوی معاشرہ میں پاکستانی یا کسی دوسرے اسلامی ملک کی علامت تو نہیں؟ اور اگر وہ مسلمان ہیں تو کس طرح اپنے مذہب کی نمائندگی کر سکتے

ہیں؟ اس امر سے آگاہی ضروری ہے کہ کسی فرد کی شناخت اسکی سوچ اور اسکے اظہار سے نہیں ہوتی بلکہ تعلیمی وتربیتی بنیاد پر تسلیم کی جاتی ہے۔ تعلیم بھی ایک ایسی چیز ہے جس میں ثقافت اور شناخت پروان چڑھتی ہے خصوصاً اسلامی نظام تعلیم کی بدولت ہی مسلمانوں کی اسلامی حیثیت متعارف ہوگی۔ دنیا بھر میں اسلامی تعلیم کے بارے میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل جس اسلامی نظام تعلیم سے تربیت یافتہ ہے یا زیر تربیت ہے وہ نہایت سادہ ہے اور اس نظام کی کماحقہ تعلیمی ضروریات کے لئے ناکافی ہونے کی وجہ سے نئی نسل میں اس کے نتائج دیکھنے میں نہیں آتے۔ اگر ہم اس میں بہتری کے لئے اقدام کریں تو آئندہ تعلیمی اداروں سے ایسے افراد کی تیاری ممکن ہو سکتی ہے جو معاشرہ میں اسکی افادیت کو منوا سکیں۔ میرا مقصد کسی کے تعلیمی نصاب پر تنقید کرنا نہیں لیکن اس نظام تعلیم یا نصاب کتب سے جن نتائج کی توقع تھی وہ کہیں نہیں!

دوسرے الفاظ میں وہ تعلیم جو صرف زبانی حد تک دی جا رہی ہو اس سے نوجوان نسل پر کیا اثر پڑے گا مثلاً کچھ نوجوان حافظ قرآن ہونے کے باوجود دکانوں سے مال چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے اس کا مطلب یہ ہے انہوں نے مقصد تعلیم قرآن نہیں سمجھا فقط قرآن مجید کو حفظ کر لیا لیکن اس سوچ اور اسکا پیغام انسانی سمجھ سے بالاتر ہے اس طرح کی تعلیم حفظ قرآن پاک کے حفاظ تو پیدا کر سکتی ہے مگر ایسے افراد کی تربیت کی حامل نہیں ہو سکتی جو معاشرہ میں اسلامی روایات اور اسکی تعلیم کی نمائندگی کریں۔ ہمارا مقصد ایسے نظام تعلیم کو متعارف کرانا ہے جو ہمارے معاشرہ میں ان مسائل کا حل ہو جو نوجوان نسل میں ایک انقلاب پیدا کرے۔

اسلامی روایات اور ثقافت ان کی زندگیوں میں عملی نمونہ کے طور پر دیکھی جا سکیں۔ ایسا نظام تعلیم جو ہمیں اس قابل بنا سکے جس سے انفرادی معاشرہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہماری ضروریات کے لئے کافی ہو سکے اور وہ ہمیں اس مقام پر لا کھڑا کر دے کہ نہ صرف مسلمانوں میں عزت ووقار سے رہ سکیں بلکہ دوسرے مذاہب اور مکاتب فکر کے لوگ بھی اسے معاشرہ کا اہم فرد سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اسلامی سوچ میں تجدید کی ضرورت

دنیا بھر میں مسلمان والدین اپنی اولادوں کے بارے میں نہایت فکر مند ہیں جو ہر معاشرہ میں نہ صرف غیر محفوظ ہیں بلکہ ان کے روشن مستقبل کی کوئی امید نظر نہیں آرہی۔ وہ ہمیشہ اس پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان کے بچے کس رخ کی طرف جارہے ہیں جن کی زندگیاں مکمل طور پر مغربی طرز کا رخ کر چکی ہیں۔ یہاں اس سے قطع نظر کہ ہمارے بچے سرکاری اسکولوں میں کیا سیکھتے ہیں یا وہ اپنے مستقبل کے لئے کس طرح کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کو انگلش زبان پر عبور حاصل کئے اور علوم وفنون میں مہارت کئے بغیر اپنے آپ کو اس قابل نہیں کر سکتے کہ وہ اچھی کامیاب زندگی گزار سکیں۔ یہاں جس موضوع پر ہمیں سوچنا اور اس کا حل نکالنا ہے وہ ہے اسلامی مدارس میں مروجہ نظام تعلیم۔ ابھی تک جتنے بھی نظام ہائے تعلیم مدارس میں اختیار کئے گئے ہیں وہ تقریباً ناکام ہیں۔ اس شعبہ میں نئی سوچ اور نئی روح بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک ایسا نظام اور نصاب تعلیم جو ہمارے جسم میں روح کو گرما دے، ہماری مردہ سوچوں کو پھر سے زندہ کر دے، ایسا ماحول پیدا کرنے اور

اسکو اختیار کرنے کے لئے ہمیں عظیم ماہر تعلیم اور رہبر طریقت وشریعت امام احمد رضا کے پیش فرمودہ تعلیمی نظام سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی اور اس نظام کو ہمارے تعلیمی ادارے اختیار کر لیں تو اس سے ہمارے اندر روحانی ترقی کے علاوہ مادی ترقی کے بھی مواقع موجود ہیں۔ دیگر نظام ہائے تعلیم تقریباً ناقابل عمل ہیں کیونکہ جدید دور کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتے اور نہ ہی وہ نوجوان نسل کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات فراہم کر سکتے ہیں لہٰذا ایک ایسے نظام تعلیم کی اشد ضرورت تھی جو جدید دور کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرہ میں ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہو۔

مسلمانوں میں اس احساس ترقی کے لئے بنیادی شرط اسلامی نظام تعلیم ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں مسلمان صرف عضو معطل ہی نہ ہوں بلکہ وہ معاشرہ میں اہم عنصر کی حیثیت رکھتے ہوں۔ یہ ساری خصوصیات تعلیم کے حصول میں ممکن ہیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کو فنون کے ساتھ جدید سائنسی تعلیم کو بھی سیکھنا ہوگا کیونکہ اسلام کبھی بھی ان علوم وفنون کے حصول کی راہ میں رکاوٹ نہیں رہا۔ اسلام نے تو ہمیشہ تعلیم ہی کا درس دیا ہے اور دنیا میں زندہ رہنے کے لئے دنیاوی علوم وفنون کو بطور ضرورت سیکھنا از روئے اسلام نہ صرف جائز بلکہ ان کے حصول کا حکم دیا گیا تاکہ ان علوم میں موجود بعض چیزیں جو غلط فہمی سے مذہب سے ٹکراؤ کا باعث ہیں ان کی اصلاح بھی ہو جائے۔

مزید برآں اسلام میں دولت کی فراوانی یا اس کے حصول کی کوشش کی اجازت ہے۔ صرف اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ دولت کا حصول صرف جمع کرنے کی خاطر نہ ہو بلکہ اس کو معاشرہ میں ضرورتمندوں پر استعمال کرنے کا بھی حکم دیا

گیا ہے۔اسلام کی اشاعت اور معاشرے میں فلاح و بہبود کے لئے دولت کی تقسیم پر اسلام کے ابتدائی دور میں روشن مثالیں موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اسلام اور ضرورت مندوں پر مالی قربانیاں تاریخ اسلام کی روشن مثالیں ہیں لہٰذا جس طرح دولت کا حصول خدمت خلق کا باعث بن سکتا ہے تعلیم کا حصول بھی اسی نیت سے ہو کہ اس تعلیم سے وہ معاشرے کے ضرورت مندوں اور مسلمانوں کی امداد کریں گے، اور یہ باعث ترقی وافتخار ہے۔

ترقی کا لفظ آج کے دور میں سیاسی ترقی اور معاشی استحکام کے لئے اکثر استعمال ہوتا ہے۔معاشرہ میں ترقی انہیں مذکورہ چیزوں کی ترقی کی مرہون منت ہے۔ اسلام ایک ایسا عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے جو اس ترقی یافتہ دور میں اپنی حقانیت و صداقت کے بل بوتے پر زندہ ہے۔ یہ ’’کنوئیں میں مینڈک‘‘ کے تصور کا رد ہے، کی ضرب المثل پر شاہد ہے۔آج کے مسلمان اس تصور میں اکثر مبتلا دکھائی دیتے ہیں کہ یہ صرف عارضی ہے، اس میں غور وفکر اور ترقی کے حصول کی کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔اس وقت دنیا میں مسلمانوں میں اس سوچ کو ابھارنا نہایت ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں معاشرہ کا حصہ بنیں، اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں، معاشرہ میں معاشی اور سیاسی میدان میں اپنی حیثیت منوائیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ نظام تعلیم کو ان بنیادوں پر استوار کیا جائے جو ۱۴ویں صدی ہجری کے مجدد اسلام امام احمد رضا خاں نے پیش فرمایا ہے۔

ان سرگرمیوں میں بنیادی کردار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اپنی شناخت بر قرار رکھنا اور اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے بھی جد وجہد جاری رکھنا ہے۔ اسلامی

تعلیم کو بطور تعلیم ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی میں تعلیم اسلام کو بطور نمونہ پیش کرنا مقصد زندگی ہونا چاہئے۔امام احمد رضا بریلوی نے جس تعلیمی نظام کو پیش فرمایا اس کو علیحدہ علیحدہ درج ذیل ہدایات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

اسلام بطور نظام زندگی

اکثر و بیشتر کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک نظام زندگی ہے لیکن اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ نظام زندگی سے کیا مراد ہے؟

اسلام کو جامع نظام حیات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک ایسا فرد جس کے عقائد و اعمال میں تضاد ظاہر ہو اسلامی نقطۂ نظر سے اسے منافق کہا جاتا ہے۔اس قسم کا شخص جس کا قول عمل سے مختلف ہو اس کی زندگی تضادات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ایک فرد جس کی زندگی میں عقائد و اعمال میں ہم آہنگی کا فقدان ہو کبھی بھی ایمان کی حلاوت نہیں چکھ سکتا۔ایسی منافقت کی زندگی سراسر اسلام کے مخالف ہے۔اسلام ایک ایسا نظام زندگی عطا کرتا ہے جو انسانی زندگی کے عقائد واعمال میں یکسانیت کا علم بردار ہے۔اس نظام کی روشنی میں انسانی زندگی بے مقصد نہیں! جب انسانی زندگی اپنے اعمال کے لئے اللہ جل جلالہ کے سامنے جوابدہ ہے تو وہ اپنے اعمال کا محاسبہ ضرور کرے اور محاسبۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ایمان بالآخرہ (آخرت پر ایمان) پر قائم ہوسکتا ہے۔جو انسان اپنی زندگی میں ان عقائد کو پختہ کرے گا اسے زندگی میں مدد ملے گی بالفاظ دیگر عقائد سے ایمان کی پختگی اور ایمان میں عقائد و اعمال کے توازن میں پختگی سے اعمال کو سدھارنے میں معاونت حاصل ہوتی ہے۔ تعلیم اسلام کا مقصد

ان اصولوں پر قائم ہونا اشد ضروری ہے۔ یہی اصول نوجوانوں میں اسلامی اصولوں سے آگہی اور محبت پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر تعلیم نوجوان نسل میں یہ جذبہ پیدا نہ کر سکے تو مستقبل میں ان نوجوانوں میں اسلامی نظام زندگی کا عمل دخل ناممکن ہے۔ اس جذبہ میں زندگی پیدا کرنے کے لئے عقیدۂ توحید اور تقویٰ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ عقیدۂ توحید انسانی اعمال میں راستگی اور محاسبۂ عمل کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان انسانی زندگی کو جبراً نہیں بلکہ تمام اعمال کو بخوشی سرانجام دینے پر ابھارتا ہے اس طرح ایک مسلمان اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے لئے عقائد و اعمال میں اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

ایک خوش فہمی کا ازالہ

بعض مسلمان اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ نماز کی ادائیگی انہیں زندگی کے دیگر شعبوں میں آزادیٔ عمل کی اجازت دیتی ہے وہ جو چاہے کریں اب انہیں کسی عمل پر گناہ نہیں۔ ایسے عقائد ایک خوش فہمی کی بنیاد پر قائم تو ہو سکتے ہیں لیکن ان کا تعلیمات اسلامی سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ نماز خوشنودیٔ باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ نماز جہاں اسلامی عبادات میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے وہاں وہ نظام زندگی میں دیگر اعمال کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ ایک نمازی اپنی زندگی میں دیگر افعال بد سے حفاظت کے لئے ہمہ وقت کوشش کرتا ہے۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی گئی کہ ایک فرض کی ادائیگی زندگی کے دوسرے فرائض کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ نماز کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ مقاصد نماز کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ جو نمازی اس عقیدہ میں

یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال و افعال کو ملاحظہ فرما رہا ہے وہ مسلمان کبھی بھی خلاف شرع کاموں میں ملوث نہیں ہوگا۔

نماز کی ادائیگی کو ہی صرف تقویٰ سمجھنا کم علمی ہے۔ ہاں نماز تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے جو ایک دن میں پانچ مرتبہ اس امر کی یقین دہانی کراتی ہے کہ خبردار! ہر عمل میں خوف خداوندی کے لئے ملحوظ خاطر رکھوں۔ خوف خداوندی تمام مسلمانوں اور خاص کر نوجوان نسل کو گمراہی سے بچا سکتا ہے خصوصاً آج کے معاشرے میں جہاں نوجوان نسل کے لئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے یا پھر اسلام سے بغاوت کے لئے مواقع موجود ہیں تقویٰ سے ہی بچاؤ ممکن ہے۔ تقویٰ مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن اخلاق کا درس دیتا ہے۔ نماز اور تقویٰ درحقیقت احساس ذمہ داری پیدا کرتے ہیں۔ دیانت داری، خوف خداوندی، یقین کی پختگی اور اصلاح اعمال تقویٰ ہی کے بل بوتے پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں نوجوان نسل کے "اخلاق رذیلہ" میں تبدیلی لا سکتی ہیں۔ اسلامی نظام تعلیم میں اگر تقویٰ کو شامل کیا جائے تو خود بخود اصلاح اعمال اور حسن اخلاق کا سبب بنتا ہے۔ نصابی کتب کو ہی فقط تعلیم نہیں کہا جا سکتا جب تک تعلیم متعلم کے اخلاق کو سدھار نہ سکے۔ اخلاق و اعمال میں اچھی تبدیلی تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا نظام تعلیم کے حوالے سے تقویٰ، توحید خداوندی میں ایمان، خوف باری تعالیٰ، محبت و اخوت اور حسن اخلاق پیدا کیا جانا مقصد ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کا اہم حصہ اسی کے طور پر نافذ العمل ہونا چاہئے۔

رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ تقویٰ کا حسین نمونہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے تعلیم کے مقاصد میں اولین مقصد تقویٰ قرار دیا۔ تمام شعبہ

بائے تعلیم اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ محبوب اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حاصل کرنی چاہئیں۔ آپ ﷺ کی حیات مقدسہ اور حسن اخلاق کو تعلیم کے مقاصد میں شامل رکھنا ضروری ہے اور وہ عظیم مشن آفاقی حقیقت (اسلام بطور نظام زندگی) کو اقوام عالم میں حسین پیرائے میں روشناس کرانا ہے۔

سائنس اور دیگر عصری علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ خالق کائنات کے دین کا علم دیگر علوم سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ علم مخلوق سے زیادہ معرفت خالق مدنظر رکھنا از حد ضروری ہے، کیونکہ صرف عصری علوم کا حصول مادی ترقی کا ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن انسانی اخلاقی اقدار میں علوم اسلامی کے بغیر اصلاح ناممکن ہے۔

اتباع نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس محسن انسانیت پر لاکھوں سلام! جس عظیم ہستی کی پیروی، جس کی زندگی کا ہر پہلو زندگی کے تمام شعبوں کے لئے مثال اور کامل رہنمائی کے طور پر موجود ہے۔ طلبہ ہوں یا اساتذہ، فلاسفر ہوں یا سیاستداں و حکام ہوں یا سربراہان مملکت وافواج، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فخریہ حقیقت ہوسکتی ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کی ذات اقدس ان تمام مذکورہ شعبوں کے لئے راہنما ہے۔

خداوند تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

''بیشک رسول اکرم ﷺ کی زندگی تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور اقدس ﷺ کی صورت مبارکہ میں ایسا کامل و اکمل نمونہ عطا فرمایا کہ انہیں کسی اور شخص کی پیروی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، قرآن کریم میں مختلف مقامات میں اسکی تائید میں شواہد موجود ہیں:

''اے محمد (ﷺ) آج ہم نے تم پر تمہارا دین کامل فرمادیا اور اپنی نعمتوں کی انتہا کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے مرتبۂ عظیم کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ کو جملہ انبیاء کرام کا سردار قرار دیا اور خاتم النبین کا لقب عطا فرمایا۔ حضور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی اب کوئی اور نبی و رسول نہیں آئیگا۔ مسلمانان عالم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ انہیں ایسا رسول عطا کیا گیا جو خاتم النبین اور سردار انبیاء ہے جس کی تعلیمات اور رہنمائی ابدی اور آفاقی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات ارضی و سماوی کا رب ہے رسول اکرم ﷺ کی رسالت بھی ارض و سماوی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنے رسول ﷺ کو مقام محبوبیت عطا فرمایا اور قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ۔۔۔الخ''

بیشک اللہ اور اسکے فرشتے اس غیب بتانے والے نبی پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی اس غیب بتانے والے نبی پر درود و سلام بھیجو جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

درود سلام کے حوالے سے اس حقیقت کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ سب سے زیادہ حسین و بلیغ اور عشق نبوی میں ڈوب کر لکھے جانے والے سلام رضا کی مثال شاید کم ہی ملیگی۔ امام احمد رضا کے سلام کے دو اشعار کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:
سلام اس محبوب رسول ﷺ پر جو عالم کے لئے رحمت ہیں، جو نور خدا، مظہر خدا، اور معرفت خداوند تعالیٰ کا ذریعہ ہیں، جو بے مثل و بے نظیر اور حقانیت وصداقت کا پیمانہ ہیں۔

امام احمد رضا کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" عشق رسول ﷺ میں مزید ذوق وشوق پیدا کرنے اور مقام رسالت کے اظہار میں بہترین شعری مجموعہ ہے۔

بنیادی قواعد وضوابط تعلیم

مذکورہ تحریک کے ردعمل کے طور پر اہل سنت و جماعت اپنے مدارس میں تعلیمی نصاب میں درج ذیل قواعد وضوابط کو نافذ العمل کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھیں۔

اولاً : طلبۂ اسلام کو بنیادی طور پر مقام رسول خدا ﷺ کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔

ثانیاً : اہمیت حدیث کو اسلامی علوم میں کیا مقام حاصل ہے۔ افادیت کے اقسام اور کتب حدیث میں وہ منتخب احادیث جو مقام مصطفی ﷺ پر شاہد ہیں انکی اشاعت کرنا اور طلبہ کو ان کے معانی وتشریحات کی تعلیم دینا۔

ثالثاً : سیرت رسول اکرم ﷺ ہمارے تمام قدیم و جدید مدارس میں بطور لازمی مضمون پڑھائی جانی چاہئے اور پڑھانے والے استاد یا پروفیسر خود باعمل ہوں تاکہ حضور اقدس ﷺ کی زندگی کے بارے میں طلبۂ اسلام کو معلومات حاصل ہوسکیں اور ساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی ان کے سامنے موجود ہو۔

رابعاً : میلاد پاک اس زور شور اور محبت سے منائی جائے کہ اس میں سخاوت اور مہمان نوازی کا پہلو اجاگر کیا جائے۔ محافل میلاد میں درود وسلام اور نعتیں پڑھی جائیں خصوصاً اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا تصنیف کردہ سلام بچوں کو سکھایا اور پڑھایا جائے اور سال بھر کے لئے پروگرام بنائے جائیں اور ان پر عمل کیا جائے۔ آخر میں یہ ساری کاوش اس شوق اور محبت سے کی جائے کہ طلبہ اس کو ظاہری طور نہ سمجھیں یا جانیں

کہ اس سے مال آتا ہے بلکہ محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر ادا کریں۔ وہ اتباع رسول ﷺ کو اپنے لئے بوجھ نہ سمجھیں بلکہ اسکی ادائیگی سے عمل کے جذبے سے سرشار ہوں۔ جس محبت سے نوجوان رسول کریم ﷺ سے محبت اور ان کا اتباع کریں گے اسی قدر وہ احادیث رسول ﷺ سے الفت رکھیں گے۔ سنت ایک ایسا عنصر ہے جس کے بغیر تعلیم اسلام بالکل ادھوری ہے۔ کسی ظاہر دباؤ سے احادیث کو نصاب تعلیم سے نظر انداز کرنا روح اسلام سے یکسر فراموش کرنے کے برابر ہے۔

طلبہ کے لئے سازگار ماحول کی فراہمی

جس طرح تعلیم حدیث وسنت کی اہمیت سے انکار نہیں اسی طرح نوجوانوں میں اس نظریہ سے آگاہی بھی نہایت ضروری ہے کہ معاشرہ میں تعلیم حدیث کی روشنی میں تخلیقی اور تعمیری سوچ پیدا کریں۔ زیادہ تر قدیم وجدید تعلیمی اداروں میں اس پہلو پر توجہ نہیں دی گئی، ساری کاوشیں صرف علوم کے حصول میں کارفرما ہوں اور اخلاق و تعمیری سوچ پر توجہ نہیں دی گئی تو طلبہ میں مثبت سوچ پیدا کرنا از حد مشکل ہو جاتا ہے لہذا ابتدائی تعلیمی اوقات میں درس کتب کے ساتھ ساتھ طلبہ کی اخلاقی وتعمیری پہلو کی نگرانی نصاب کا حصہ ہونا چاہئے۔ اکثر والدین سے کہتے سنا گیا ہے کہ ہمارے بچے تعلیم کے جملہ امتحانات میں کامیاب ہیں جبکہ بظاہر ان اخلاقی اور تعمیری پہلوؤں پر نگرانی نہ ہونے سے معاشرہ میں ان سے اچھے نتائج اپنا اثر نہیں پیدا کرتے۔ وہ قطعاً ایسا معاشرہ نہیں جو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تخلیق فرمایا بلکہ یہ مسلمانوں کے لئے بدنما دھبہ ہے۔ آئے دن غیر اخلاقی، بدتہذیبی اور بدعنوانی کی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں

لہٰذا نوجوانوں کو یہ حقیقت بتانے میں کوئی حرج نہیں کہ معاشرہ میں ان غیر اخلاق اور نامناسب حرکات کی اجازت نہیں جس کے مسلمان شکار ہیں۔ اپنی زندگی میں اسلامی تعلیم سیکھنے سے زیادہ معاشرہ میں عملی نمونے کے طور پر اسے نافذ کرنا ہے۔ اس انداز سے سارے نوجوان اپنے گھر، محلّہ، شہر اور ماحول میں خوشنما تبدیلی کا باعث بن سکتے ہیں۔ آج کا معاشرہ آزادئ خیال واعمال کی وجہ سے نوجوانوں کے لئے مزید بے راہ روی اور بے حیائی کے لئے نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے بایں وجہ ہر طرح سے گمراہی کے حربوں سے بچاؤ کے لئے ہمہ وقت مستعد اور کوشاں رہنا چاہئے اور اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

نسلی و مذہبی منافرت

ہر مسلمان اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ نسلی و مذہبی منافرت میں آئے دن اضافہ کس بنیاد پر ہورہا ہے۔ یہ صرف کالے رنگ ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ اس کا بنیادی سبب مذہب اسلام ہے۔ جس کی بنیادی تعلیمات معاشرہ کی آزاد خیالی اور بیحیائی سے متضاد ہیں۔ نوجوان مسمانوں کو ان حالات میں اس امر کی طرف متوجہ کرنا کہ ان کی چھوٹی سی غلطی صرف ان کی ذات تک محدود نہیں ہوگی بلکہ معاشرہ میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہوگی۔ لہٰذا اسلام کی اشاعت کے لئے تمام مسلمان اپنے اعمال اور حسن اخلاق کی بدولت اس فریضہ میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

جسمانی صفائی کو اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ جسمانی صفائی سے ذہنی پاکیزگی منعکس ہوتی ہے۔ اس پہلو سے اپنی اولادوں کو روشناس کرائیں کہ نہ

صرف ذہنی بالیدگی سے جسمانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے بلکہ جسمانی پاکیزگی ذہن اور ماحول کی صفائی کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ صفائی کے حوالے سے نوجوانوں کو جنسی تعلقات کے مضمرات سے آگاہ کریں، اس کے نقصانات اور جسمانی وروحانی صحت پر ان کے اثرات کے بارے میں بتانا بھی تعلیم کا حصہ ہے۔ نوجوان اگر اسلامی نقطۂ نظر سے اپنی اصلاح نہ کرسکے تو معاشرہ کے غیر اخلاقی پلیٹ فارم جیسے آوارہ دوستوں، ویڈیو شاپ اور ٹی۔وی۔ سے گمراہ ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا والدین واساتذہ اس موضوع پر طلبہ کو اسلامی نقطۂ نظر اور اس کے اثرات وغیرہ کے بارے میں ضرور معلومات فراہم کریں۔ نوجوان مسلمانوں کی اکثریت کے بارے میں اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جنسی تعلیم کی عدم آگہی کی وجہ سے معاشرہ کی آزادی کا شکار ہیں اور نتیجتاً جنسی بے راہ روی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ شراب نوشی، جوابازی اور گرل فرینڈ جیسی موذی لعنتیں اسلام کی رو سے حرام وممنوع ہیں۔ اسلام نے جنسی تعلقات کے لئے اسکا متبادل ایسا نظام دیا ہے جو ایک پرامن خاندان کی صورت میں ذہنی سکون کا باعث ہے۔

گمراہ کن تنظیموں سے بچاؤ

ان معاشرتی بیماریوں کی روک تھام کے ساتھ میں نوجوانوں کی نظریاتی حفاظت کے لئے اقدام کی ضرورت ہے۔ کسی قوم کے زوال میں اس کی نظریاتی شکست نہایت اہم ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں عقیدۂ حق اہل سنت و جماعت کے مخالفین مختلف حیلوں حربوں سے عقائد اہل سنت پر حملہ آور ہیں۔ تبلیغ اسلام، جہادی

سبیل اللہ اور اصلاح معاشرہ کے روپ میں وہ شیطانی کردار میں اس قدر ماہر ہیں کہ سادہ لوح مسلمان اس تحریک شیطان کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ عوام الناس کو ان تنظیموں کا اصل روپ دکھایا جائے جنکا مقصد تبلیغ اسلام کے روپ میں تحریف فی الاسلام ہے، جہاد کے نام سے چندہ اور اصلاح معاشرہ کی آڑ میں سادہ اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو تصوف اور اولیاء کرام سے دور کرنا ہے۔ نوجوان نسل کے لئے ایسے تربیتی پروگرام جن میں صراط مستقیم سے مراد، صراط الصحابہ، صراط الاولیاء اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر کورسز شروع کرنا تمام اہل سنت کے علماء وعوام الناس کا دینی فریضہ ہے۔ باطل قوتیں کسی بھی محاذ پر مسلمانوں کو چین کی سانس لینے نہیں دینا چاہتیں۔ وہابیت، مودودیت، سلفیت اور رافضیت سے چند قدم آگے ایک ایسا پلیٹ فارم تیار کیا گیا ہے جس کی انتہا پسندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ختم نبوت کے عقیدے سے انحراف، قرآن مجید کی نص قطعی کا انکار ہے۔ قادیانی اس رخ پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور مختلف تاویلوں کے حوالے سے انہیں مرتد کرنے میں دن رات مصروف ہیں۔ یاد رکھیں رسول کریم ﷺ کی نبوت کی خاتمیت اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہے، اس کا انکار در اصل مذہب اسلام سے منحرف ہونا ہے۔ قادیانی اسلام سے اسی طرح باہر ہیں جس طرح یہودی و نصرانی حضور ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے۔ نصرانیت و یہودیت در اصل قادیانیت کو پروان چڑھانے میں مددگار ہیں۔ اس موضوع پر علماء اسلام نے درجنوں کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ غازی ختم نبوت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات ''شمس الہدایہ فی

حیات المسیح''، ''سیفِ چشتیائی'' اور دیگر کتب عقائد باطلہ و مذاہب باطلہ کے لئے آج بھی لاجواب چیلنج ہیں۔ ''قادیانیت'' کے رد میں امام احمد رضا نے کئی کتابیں لکھیں اور اس فرقہ کو خارج از اسلام قرار دیا۔

موجودہ معاشرہ نے جہاں ہماری نوجوان نسل کے اخلاقیات پر گندا اثر ڈالا ہے وہاں لادینیت اور بے مذہبی کا رجحان بھی پروان چڑھ رہا ہے۔ مذہب کو ماضی کے قصے کہانیوں اور غیر ضروری وخود ساختہ قواعد واصول کا نام دیکر اسکی حقانیت واہمیت ختم کی جارہی ہے۔ نوجوانوں کو اسلام کی آفاقیت اور زندگی کے ہر شعبے میں اسکی رہنمائی سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

جذبۂ اسلام

عقائد فی ارکان اسلام کی بنیاد پر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ نوجوانوں میں ایمان بالآخرۃ کے عقیدے کو اس قدر مضبوط کرنا جو انہیں خوف آخرت اور محاسبۂ اعمال و اصلاح اعمال پر مجبور کردے۔ ان موضوعات پر مذاکرات کا اہتمام علماء اسلام و دانش ور حضرات عقلی اور قرآنی دلائل سے نوجوانوں کے تشفی بخش جوابات دیں۔ یہ پروگرام بار بار تشکیل دئے جائیں تاکہ اسلامی حقانیت باطل کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کردے۔ المختصر قدیم وجدید مدارس اسلامیہ تبلیغ واشاعت اسلام میں نہایت مستعدی اور تحریک کے ساتھ کام کریں کہ دشمن کے حملوں کا ہر محاذ پر ردعمل ظاہر ہونا شروع ہو ورنہ قلیل عرصہ میں ہماری نئی نسل اسلام سے اس قدر دور جا چکی ہوگی جس کی واپسی ناممکن ہوجائے گی۔

نوجوانوں کی دل چسپی کے مشاغل کو مدارس میں جگہ دے کر ان کو اسلام کی

طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔ ایسی مثبت سرگرمیاں، کھیلیں وغیرہ ہمارے کمیونٹی سنٹر
میں موجود ہونی چاہئیں تا کہ ہماری نئی نسل شوق سے قدیم و جدید مدارس میں آ کر اپنا
زیادہ وقت اپنی کمیونٹی میں صرف کر سکیں۔ اس دوران انہیں دینی محافل سے بھی
استفادہ کا موقع ملے گا اور بری سوسائٹی سے بچنے میں مدد ملیگی۔ مدارس، مساجد اور
خاندان تینوں کا آپس میں گہرا ربط ہونا چاہئے۔ مدارس کو اپنے نصاب میں نظر ثانی
کر کے ان تینوں عناصر کو اپنے نصاب میں جگہ دے کر ان کے لئے تربیتی پروگرام
شروع کرنا چاہئے۔ اسلام کی تعلیم صرف کتابوں سے ہی نہیں بلکہ ماحول سے بھی
حاصل کی جاتی ہے جو اسلام کے حقیقی ماحول کی عکاسی کرتا ہو۔ خاندانی مسائل طلبہ کی
تعلیمی ضرورتوں اور اداروں کے کردار پر ہمارے مدارس اپنا کردار ادا کریں تو انشاء اللہ
ظلمت کی فضا نورانی اجالوں میں تبدیل ہوگی پھر ہمارے نوجوان و بزرگ اور ہماری
خواتین حقیقی معنوں میں اسلام کے ترجمان ہوں گے۔

تربیت اخلاق

آج مسلمانوں کو معاشرہ سے براہ راست نظریاتی مخالفت نے اس کشمکش
میں مبتلا کر دیا ہے کہ اگر وہ معاشرہ کے اصول و رسم رواج میں گھل مل جائیں تو مذہب
اسلام کی پیروی ناممکن نظر آتی ہے اور اگر اسلام کی تعلیمات پر عمل درآمد کیا جائے تو
معاشرہ میں جز ولا یعنی کے سوا ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ موجودہ تعلیمی نظام
اس معاملہ میں نوجوانوں کی مدد کرنے سے قاصر نظر آ رہا ہے۔ اس صورت حال میں
ایک مسلمان کو کس طرح دونوں محاذوں پر اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے کوشش کرنا

ہے۔ بڑی عمر کے مسلمان کسی خاص تبدیلی کا شکار شاید نہ ہوئے ہوں لیکن نئی نسل آفاقی
معاشرے کے رذیل اثرات سے اس قدر متاثر ہے کہ مادیت پرستی ان کے طرز زندگی
سے صاف عیاں ہے۔ جن ممالک سے یہ لوگ تعلق رکھتے ہیں غربت و افلاس سے
چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد دیار غیر میں آباد ہونا ان کے لئے نعمت سے کم نہیں لیکن
نظریاتی طور پر معاشرہ انہیں عیوض میں اپنی ظلمات میں ڈھکیل رہا ہے کہ مستقبل میں وہ
اپنے اس فیصلے پر نادم ہو کر کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہونگے کیونکہ آج ان لوگوں
کی زندگی کا مقصد فقط مال و دولت کا حصول ہے۔ دن رات کی محنت کے بعد والدین
اپنی اولادوں کے لئے مال و دولت تو جمع کر سکتے ہیں لیکن ان کی مذہبی و اخلاقی تربیت
کے لئے جد و جہد کرنا اپنا فرض اول نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف مدارس اسلامیہ کے
ناقص نصاب کی وجہ سے ان میں پڑھنے والے طلبہ کی کما حقہ تربیت نہیں کر سکتے جبکہ
آج سرکاری اسکولوں کے آزادانہ ماحول کی وجہ سے ان میں مادیت پرستی اور لادینیت
پروان چڑھ رہی ہے۔

مادیت پرست نظریات کی بنیاد خود غرضانہ اور مال و دولت کو اپنی ذات تک
محدود رکھنے کا دوسرا نام ہے۔ وہ افراد جو جدید معاشرہ میں اس کے غلیظ اثرات کی زد
میں ہیں انہوں نے اپنے غیب رشتہ داروں کی حوصلہ افزائی اور مشکل وقت میں ان کی
امداد جیسی اسلامی خصوصیات و تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں
کیا۔ مزید برآں مال و دولت کی فراوانی نے نہ صرف انہیں اس فرض دینی سے غافل
رکھا بلکہ وہ اپنے آپ کو ان غرباء سے فقط اس وجہ سے افضل خیال کرتے ہیں کہ وہ دنیا

کی تمام نعمتوں اور خوشحال زندگی سے شاید شرفاء میں شامل ہو چکے ہیں۔

اسلام میں عزت و وقار کا معیار دولت کی ریل پیل نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔

اسلام میں مقصد زندگی صرف دولت کا حصول نہیں بلکہ حصول دولت کو جائز ذرائع سے کمانے اور ضرورت مندوں کی کفالت کا بھی ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ کسی ملک میں حاجت مند نہیں تو ان غریب ممالک میں جہاں غریب مسلمانوں اور ضرورت مندوں کی کمی نہیں وہاں مدد کی جا سکتی ہے۔ نئی نسل کو اسلام کے ان پہلوؤں سے متعارف کرانا ضروری ہے کہ زکوۃ جیسی عبادات کے ذریعہ ضرورت مندوں کی کفالت مذہب اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے ان مسائل پر توجہ نہیں دی۔ انفرادی طور پر جو افراد زکوۃ و صدقات کے ذریعہ غریب ممالک میں ضرورت مندوں کی کفالت کرتے ہیں وہ قابل تعریف ہیں مگر یہ فریضہ اجتماعی کوشش سے نہ صرف غریب ممالک میں مددگار ثابت ہوگا بلکہ مسلمان آپس کی ہمدردی اور میل جول سے یہاں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ایسی تنظیم کی اشد ضرورت ہے جو زکوۃ و صدقات کے حصول اور تقسیم کے ساتھ ضرورت مند افراد کے لئے قرض حسنہ فراہم کر کے انہیں خود کفیل بنا سکتی ہے۔ مذکورہ منصوبہ اسی صورت میں ممکن ہے جب افراد کی تربیت اسلامی نہج پر کی جائے بصورت دیگر صورت حال منفی رجحان کی ترقی کے امکانات زیادہ ہیں۔

فلاحی و رفاہی جدوجہد کے ضمن میں درج ذیل حدیث پاک بطور ثبوت پیش کی جا سکتی ہے، جس میں نہایت واضح الفاظ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ حدیث جس میں معاشرتی امداد و باہمی الفت

کا ایک فلسفہ موجود ہے اس کی تعلیمات سے نوجوان نسل کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ ایسی تعلیمات کو ہر شخص اپنی زندگی میں لازماً عملی طور پر نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ چونکہ تعلیمات اسلامی کا وہ گوشہ جس میں آج کا مسلمان اپنے فوائد اور ضروریات زندگی کی تکمیل سمجھتا ہے اسے نہایت وضاحت سے بیان کرتا چلا جاتا ہے اور وہ احادیث جو معاشرہ کے اصلاحی و فلاحی پہلو پر واضح دلیل ہیں کہ جن میں مالی قربانی کے ساتھ ضرورت مندوں کی کفالت کا حکم دیا گیا انہیں یکسر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی روشنی میں اسلام فقط عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ نظام زندگی کے لئے مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ احادیث اور سیرۃ النبی ﷺ اس پر شاہد ہیں۔ اسلام کو فقط عبادات کا مجموعہ سمجھنا کم علمی تو ہو سکتا ہے لیکن نظام حیات کے لئے اسلام کے جملہ شعبوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے تعلیمی نکات میں انہیں اقسام علم کی طرف توجہ دلائی ہے، جن کی رو سے وہ تمام علوم جو معاشرہ کی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہوں اور جن سے روحانیت کی ترقی میں مدد مل سکتی ہو انہیں تعلیمی اداروں میں داخل نصاب کرنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عصری علوم کا حصول ناجائز نہیں ضروریات زندگی میں داخل ہے تاہم اولیت قرآن و حدیث کے علوم ہی کو حاصل رہے گی۔ شریعت اسلامی مذکورہ علوم کی صداقت یا باطلیت کے لئے پیمانہ ہے۔

حصول علم کی اہمیت

جب تک نوجوانوں میں حصول علم کا جذبہ ابھارنے میں مروجہ نصاب تعلیم اپنا کردار ادا نہیں کرتا اسے جامع نصاب سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس نصاب کی

جانب خاص توجہ کی ضرورت ہے۔جس سے طلبہ پورے مسلمان بن سکیں اور دنیا میں عزت حاصل کریں۔

علوم کی تین بڑی اقسام ہیں :

(۱)مذہبی علوم (۲)عصری علوم (۳)علوم معاشرت وتہذیب

(۱)مذہبی علوم کی رو سے طلبہ میں ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے اساتذہ کا بہت زیادہ کردار ہے۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ دینی علوم کے اقسام کے بارے میں طلبہ کو ابتدائی تعلیم سے ہی علم ہونا چاہئے کہ علوم اسلام کا سب سے پہلا اور مستند ذریعہ قرآن مجید ہے۔جس کی تعلیم وتدریس تا زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ جوں جوں اس کی گہرائی میں غوطہ زن ہونے کی کوشش کی جائے اس کی وسعتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔دوسرے الفاظ میں قرآن مجید تمام ادوار، تمام افراد اور تمام شعبوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ تلاوت وحفظ قرآن مجید اور معانی وتفاسیر کے علوم سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعہ اور صحابہ و ائمہ کرام کی دینی کاوشوں سے آگہی یہ سب مضامین دینی علوم کا حصہ ہیں۔علاوہ ازیں طلبہ کے لئے روز مرہ زندگی میں تعلیمات اسلام کی برکات، تاریخ اسلام، قوانین اسلام، لباس وطعام، عبادات ومعاملات میں قوانین شریعت کی راہنمائی کے باے میں علوم کا حصول مذہبی علوم کا نہایت اہم جزو ہیں۔

(۲)عصری علوم : علم کی دوسری قسم میں اسکول کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون زیر بحث ہیں۔مسلمانوں کے لئے خصوصاً ایسے تمام علوم جن سے وہ اپنی فنی مہارت میں اضافہ کرسکتے ہوں، سیکھنا ازحد ضروری ہے۔عالمی زبانوں میں صلاحیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں فنی خدمات کے بل بوتے پر نام

پیدا کر کے مذہب اسلام کے بارے میں اچھا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے۔مسلمانوں کو ان علوم کے حصول کے دوران فقط ڈگری کے حصول پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اچھے گریڈ کے لئے جدوجہد جاری رکھ کر اسلام اور قوم مسلم کا نام پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ علوم کے میدان میں وہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ یورپ کے دور جہالت میں اسپین کے مسلمانوں نے علوم کے تمام شعبوں میں ان کی رہنمائی کی۔دانش ور، ترجمہ نگار، سائنس داں، فلاسفر وغیرہ پیدا کرنے اور اشاعت کتب میں اسپین کے مسلمانوں کی خدماتِ علم اس سنہری دور کی ناقابل فراموش یادگار ہیں۔

(۳)علم کی تیسری قسم میں مغربی معاشرہ کی بابت آگاہی اور اس میں اپنی شناخت و حیثیت کا لوہا منوانا ہے۔مسلمانوں کی اکثریت اس معاشرہ کی بابت لاعلم ہے۔ہمیں جس قدر اپنے حقوق کا علم ہو اس قدر ہم خود اور اپنی کمیونٹی کے لئے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔جہاں معاشرے میں جذرائع آمدنی کے لئے مواقع موجود ہیں وہاں عوام الناس کے لئے دوسرے مختلف شعبوں میں آگے بڑھنے کے بطور مسلم کمیونٹی میں اسلام کا نام روشن کرنا چاہئے۔سیاست، جمہوریت، سیاسی جماعتوں، سوشل تنظیموں جیسے دیگر کئی پلیٹ فارم ہماری معاشی اور سیاسی زندگی میں مثبت تبدیلی کے باعث بن سکتے ہیں۔سیاسی شعبوں میں مدد کر کے انہیں دیگر حوالوں سے بھی مضبوط کر سکتے ہیں بلکہ سیاست سے الگ تھلگ رہ کر وہ معاشرہ میں نہ صرف اپنے حقوق کے حصول میں مشکلات کا سامنا کریں گے بلکہ دوسری قوموں کے دست نگر بن جائیں گے اس محتاجی

کے اثرات صرف ان تک ہی محدود نہیں بلکہ نئی نسل کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالیں گے لہٰذا مسلمان کو جہاں مذہبی علوم میں جدو جہد کرنی چاہئے وہاں عصری و جدید علوم کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہنا چاہئے جو دین ہی کا ایک حصہ ہے۔ حصول علم کے بعد وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ معاشرہ کی سیاسی، معاشرتی فلاح و بہبود میں خدمات کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کا نام روشن کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کے جملہ پہلوؤں کی ٹھیک سمجھ عطا فرمائے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں دین وملت کی خدمت کی توفیق عطا ہو۔

آج وقت کا تقاضا ہے کہ قدیم اور جدید علوم کے ماہرین سر جوڑ کر بیٹھیں تا کہ قدیم اور جدید تقاضوں کو سامنے رکھ کر مستقبل کے لئے کوئی لائحہ عمل اپنایا جا سکے۔ اس کے لئے امام احمد رضا کی زندگی ہمارے لئے بہترین رہنما ہے۔ امام کی ساری زندگی قدیم و جدید علوم میں گزری اور ان میں مقام منتہا پر پہنچے۔

آج ہمارے معاشرے اور معاشرے کے ذمہ داروں کا عجیب عالم ہے۔ انہوں نے بجائے دین وملت کی خدمت کے خدمت دین وملت کے نام خود کو دولت مند بنانے، سوسائٹی میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے اور اپنے کنبے کو نوازنے کے لئے وقف کر دیا ہے۔ کسی بھی رفاہی ادارہ کو دیکھ کر ان کے چلانے والوں میں کوئی کسی طور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں۔ پہلے ان کی مالی حالت کیا تھی، آج ان کی کوٹھیاں ہیں، بڑی بڑی کاریں ہیں اور حرام کی کمائی کی وجہ سے ان کے پیٹ بڑھے ہوئے ہیں۔ مسلمان ان کو اپنی محنت کی کمائی سے دینی کاموں اور غریب و ناداروں کی مدد کے لئے زکوٰۃ وصدقات کی رقم فراہم کراتے ہیں مگر یہ بد دیانت لوگ ۹۰ فیصد خود ہضم کر

جاتے ہیں۔ کیا یہ اسلام سکھاتا ہے؟ کیا دینی تعلیمات یہی سکھاتی ہیں؟ دراصل یہ شکم پرور قسم کے لوگ آج ہمارے مسلم معاشرہ میں کینسر بن کر پھیل گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو استاد وہ ملے جو خود شکم پرور تھے لہٰذا ایسے لوگوں سے پڑھنے کے بعد یہ اور کیا کر سکتے ہیں سوائے شکم پروری کے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے :

''ننگ دین وننگ ملت، ننگ قرآن وننگ ایمان''

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لیڈر صاحبان بڑے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، بڑے بڑے پروگرام بناتے ہیں۔ مگر کام ایک فی صد بھی نہیں کرتے۔ وہ لاکھوں کروڑوں کا چندہ ڈکار جاتے ہیں اور جس مقصد کے لئے چندہ لیا جاتا ہے وہ کبھی نہیں پورا ہوتا۔ اس منافقت کو ختم کرنا ہوگا اور یہ اسی وقت ختم ہوگا جب استاد صاحب علم و اخلاص ہوں اور اسلام صرف ان کی زبانوں پر نہیں بلکہ روئیں روئیں میں رچا بسا ہوا ہو۔ ایسے استاد سے علم حاصل کرنے کے بعد جو نسل پروان چڑھے گی وہ اسلام کی نمائندگی بھی کرے گی اور اہل اسلام کی خوار حالت کو درست کرنے کا فریضہ بھی انجام دے گی اس کے لئے ہمیں امام احمد رضا کی رہنمائی چاہئے جو سنت و عشق رسول کا عملی نمونہ تھے اور قدیم وجدید علوم کے ماہر!

خوشا ایں مجلسِ احمد رضا خاں

o

باہتمام حاجی محمد الیاس نوشاہی بصدارت حضرت پیر سید ابو الکمال برق نوشاہی مجلس رضا منعقد ہوئی، جس میں ڈاکٹر سید حنیف اختر فاطمی نوشاہی اور پروفیسر غیاث الدین قریشی نے بھی شمولیت فرمائی۔ پیر صاحب موصوف نے حسب ذیل فارسی نظم فی البدیہہ پیش کی۔

o

خوشا ایں مجلسِ احمد رضا خاں
بعالم او مجدِّدِ دینِ مشہور
فقیہ اہل سنّت قطبِ عالم
امام احمد رضا بُد مَردے مغفور
بانگلستاں بنا بنہاد الیاس
بخطّہ مانچسٹر محفلِ نُور
بانگلش ترجمہ دولتِ مکتبہ
ز فکرِ فاطمی باشد چوں مسطور
دیار غرب خواہد گشت روشن
ز فیضِ اعلیٰ حضرت مست و مخمور
غیاث الدین قریشی واقفِ راز
بہ ملفوظش دماغش گشت معمور
زہے ایں مجلسِ اربابِ دانش
کہ تریاق ست بہرِ قلبِ رنجور
ز تحریرِ غیاثُ الدین قرشی
ہمہ اہلِ مجالس شاد و مسرور
ز برقیِ نوشہی ہر دم دعائے
خدایا ، محنت اِلیاس منظور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

محمد منشاء تابش قصوری
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مرید کے پاکستان

تجلّیاتِ تعارف

مبلّغِ اسلام حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری کشمیری مدظلہ

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ جسے اپنے انعام واکرام سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنا قرب اور محبت سے نواز دیتا ہے وہ یوں کہ اسے اپنے دین کی معرفت اور خدمت کے جذبۂ صادقہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ تاریخ اسلام کا سرسری سا مطالعہ کیجئے تو واضح ہوگا کہ جن بندوں کو اوصافِ کمالیہ سے نوازا گیا ہے وہ تمام کے تمام تا حیات خادمِ دین متین رہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے عشق ومحبت کا عملاً یہی مظاہرہ ہے کہ تن، من ، دھن، وطن کی قربانی سے اسلام کی نشر واشاعت کو انسان اپنا مشن بنائے۔ اس مقدس مشن میں ایسی لذّت اور ایسا سرور ہے جو دنیا بھر کی کسی اور شئ میں تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، اس سے جو کیف ومستی طاری ہوتی ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں، یوں بھی اسے وہی جانے جو اس منزل کا راہی ہے۔

تاہم کاروانِ عشق کے ایسے ہی قافلہ سالاروں میں مبلّغ اسلام مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری نوشاہی کشمیری مدظلہٗ کا نام نامی اسم گرامی بڑا واضح دکھائی دیتا ہے جن کی تبلیغی، تعمیری، اشاعتی سرگرمیاں تاریخ کا ایک روشن باب ہیں، دنیائے اسلام کے بیسیوں اہل قلم سے ان کے بڑے گہرے مراسم ہیں، موصوف بڑے مستعد، قابل اور نباض وقت ہیں۔

عشقِ حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت تو انہیں وراثتاً اپنے والدین کریمین سے حاصل ہے، اس لئے کہ ان کے والدین شریعتِ اسلامیہ پر جنون کی حد تک عمل پیرا تھے، شب زندہ دار، تہجد گزار والدین نے نہ جانے اللہ تعالیٰ جلّ وعلیٰ اور اس کے محبوب، نبی کریم، رؤف رحیم کی بارگاہِ

قدسیہ میں کس کس انداز سے التجائیں اور دعائیں کی تھیں کہ آج ان کا فرزند ارجمند دیارِ غیر میں ہوتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر اپنا نام اور پہچان رکھتا ہے۔

حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ کی مبارک زندگی نہ صرف عوام بلکہ خواص کے لئے بھی عملی نمونہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ علماء ومشائخ اہل سنت اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین میں ایسا جذبہ بیدار کریں کہ پورے درد وسوز سے خدماتِ دینیہ میں منہمک ہوں، یہ بلند مرتبت شخصیات عملاً خلوصِ نیت سے تبلیغ حق کے لئے قدم اٹھائیں تو اسلامی انقلاب کی مسدود راہیں وا ہوسکتی ہیں، عالمی سطح پر اہل سنت وجماعت میں جو جمود طاری ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اکابرِ ملت اپنے اپنے محدود دائرے میں مقید ہیں، اجتماعی کاوشیں نہ ہونے کے برابر ہیں، جو حضرات قیادت کے اہل ہیں اگر وہ وسعتِ قلبی سے کام لیں تو کافی حد تک جمود وتعطل کو توڑا جاسکتا ہے، سچی بات ہے ہم ہر شعبۂ علم میں ترقئ معکوس کا شکار ہیں، انفرادی طور پر جو کام ہو رہا ہے اسے مربوط کرنے کی اشد ضرورت ہے مگر اس کے لئے تو ایثار وقربانی، خلوص وللّٰہیت کا نسخہ ہی کار آمد ہوسکتا ہے۔ مولانا الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ حتی الامکان اسے استعمال فرما رہے ہیں۔

قارئین کرام ! پیر صاحب موصوف کا تبلیغی، اصلاحی، فلاحی، تعمیری، تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی کارناموں کو روشناس کرانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے احوالِ زندگی کا ہلکا سا خلاصہ پیش کروں، جو ہر صاحبِ عظمت کے تعارف کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا ملاحظہ فرمایئے:

میرے ممدوح مولانا علامہ الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ آزاد کشمیر کے سب سے بڑے ضلع میر پور کے ایک مشہور قصبہ چھتروہ میں 23 ستمبر 1949ء کو چوہدری گلاب دین کے ہاں پیدا ہوئے، جو اپنے علاقہ میں مشہور زمیندار تھے، ان کی زندگی دینی امور سے معمور تھی، صاحبِ ثروت ہونے کے باعث غرباء، مساکین اور عام مسافر مہمانوں کی خدمت ان کا شعار تھا، انہوں نے گجر خان میں اس دور کے تقاضہ کے مطابق ایک خوبصورت رہائش گاہ بنائی نیز تجارتی سطح پر تیل کا کارخانہ قائم فرمایا۔

چوہدری گلاب دین علمائے کرام اور اولیائے عظام سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے، جب بھی کوئی بزرگ یا عالم ان کے گاؤں آتا تو یہ بصد مسرت ان کی میزبانی کا شرف حاصل کرتے نیز

گاؤں کے بچے اور بچیوں کے لئے پیر صاحب کی والدہ ماجدہ نے از خود قرآن کریم اور شرعی مسائل کی تعلیم کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی، بے شمار بچے اور بچیوں نے ان سے قرآن کریم اور مسائل شرعیہ سیکھنے کی سعادت حاصل کی، مولانا قادری صاحب فرماتے ہیں ہم تمام بہن بھائیوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے ہی قرآن کریم مع ترجمہ وتفسیر پڑھا۔

بیماری اور شفاء:

مولانا الموصوف سات، آٹھ سال کے تھے کہ ''سوکڑے'' کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، سکول جانا چھوٹ گیا، بہت علاج ہوا مگر مرض بڑھتا گیا جوں دوا کی!

ان دنوں آپ کے والدین گوجر خان رہائش پذیر تھے، موصوف کے والد ماجد چوہدری گلاب دین کو کسی دوست نے مشورہ دیا کہ بچے کو امام بری سرکار علیہ الرحمۃ پر لے جائیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے اسے صحت سے نوازے گا، چنانچہ آپ کو والد ماجد اٹھا کر وہاں پہنچے، دل کی گہرائی اور بڑے درد وسوز سے اللہ تعالیٰ کے حضور، امام بری سرکار کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی اور آپ معاً انہی لحات میں ہی صحت سے بہرہ مند ہوئے، اور پھر دوڑتے ہوئے گھر آئے، چند دن گزرنے نہ پائے تھے کہ مکمل طور پر تندرستی کی نعمت سے شاد کام ہو گئے اور اپنے ہم عمر ساتھیوں سے آپ کی طاقت بڑھ گئی اور پھر باقاعدگی سے میٹرک تک تعلیم کو جاری رکھا۔

حضرت پیر صاحب مدظلہٗ کے والدین آپ کو عالم دین بنانا چاہتے تھے گو آپ نے مروجہ دینی علوم وفنون کو باقاعدہ طور پر تو حاصل نہ کیا مگر خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے علومِ دینیہ میں بھی خاصی حد تک کامیابی حاصل کی، آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور دماغی قوت اخذ قابل رشک ہے، انگریزی زبان میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، جن کی بنیاد پر آپ نے کئی کتابوں کا اردو ترجمہ فرمایا اور انہیں شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

برطانیہ جلوہ گری:

مکرم جناب الحاج پیر محمد الیاس قادری 1964ء میں برطانیہ پہنچے، آپ فرماتے ہیں آج کے برطانیہ سے اس وقت کا برطانیہ مختلف تھا، اس دور میں مساجد نہ ہونے کے برابر تھیں، سب سے پہلے

مسجد بریڈفورڈ میں حضرت الحاج پیر سید معروف حسین صاحب قادری نوشاہی دامت برکاتہم بانی انجمن تبلیغ الاسلام کی سرپرستی میں بنائی گئی جس کے بانیوں میں پیر صاحب موصوف کا نام بھی آتا ہے۔

شادی خانہ آبادی:

پیر محمد الیاس صاحب قادری جب برطانیہ گئے تھے اس وقت ابھی مجرد زندگی بسر کر رہے تھے۔ 1969ء میں آپ کا وطن آنا ہوا، والدین کی خواہش کے مطابق اپنے ہی خاندان میں ایک نہایت عابدہ، صالحہ خاتون سے شادی ہوئی اور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے نیک اور صالح اولاد کی نعمت سے نوازا ہے، بمع اہل وعیال آپ تادمِ تحریر سٹاکپورٹ (یوکے) برطانیہ میں بڑی مصروف زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بمع اہل وعیال اور احباء ورفقاء خوش وخرم رکھے۔ آمین

سعادتِ حج وزیارت:

سید عالم، نورِ مجسم، محسنِ اعظم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کی کسے تڑپ نہیں، ادنیٰ سے ادنیٰ حضور پرنور ﷺ کا نام لیوا کیوں نہ ہو، بظاہر اس کے ہاں وسائل نام کی کوئی شے موجود نہ ہو پھر بھی اس کا دل حاضری کے لئے ہر وقت تڑپتا رہتا ہے، اس کی ایک ہی آرزو انگڑائی لیتی رہتی ہے کہ سرکار کرم فرمائیں اور اپنے گنبدِ خضراء کی زیارت کا شرف عطا کریں، اور پھر کرم بالائے کرم ہو کہ حج کعبہ کی دولتِ عظمیٰ بھی نصیب ہو جائے، راقم السطور بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یوں استغاثے پیش کرتا رہا ہے۔

زیارت روضۂ پر نور کی ہو حج کعبہ ہو
ہے بس یہ التجا اے سونے والے سبز گنبد کے

o

کبھی ہو طواف حرم مجھ کو حاصل
کبھی دیکھوں جا کر مزارِ مدینہ

o

میرا مسکن مدینہ ہو میرا مدفن مدینہ ہو
میرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ
یہ نظریں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رخِ پُر نور سے پردہ اٹھا دو یا رسول اللہ
یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دمِ آخر رخِ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ

o

ہے یہ تابش قصوری غلام آپ کا، ذکر کرتا ہے یہ صبح وشام آپ کا
ہو مقدر میں اس کے بھی جام آپ کا مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا

o

رہے پیشِ نظر ہر دم مرے روضہ محمد ﷺ کا
خدایا مجھ کو دکھلا دے کبھی جلوہ محمد ﷺ کا
نہ جنت کی مجھے حسرت نہ مال و زر کا طالب ہوں
الٰہی میرا منشا ہے دکھا چہرہ محمد ﷺ کا

چنانچہ میری معروضات کو باریابی کا شرف حاصل ہوا اور بار بار حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین کی خاک پاک کو سرمہ بنانے کی سعادت نصیب ہوئی، مگر بقول محب صادق، عاشق زار،

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت را صد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

o

مشرف گرچہ شد سہ بار تابش
ہے حسرت حاضری کی مثل جامی

بقولِ حضرت نسیم بستوی علیہ الرحمۃ:

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو
رخِ مصطفےٰ کا خیال آ گیا ہے

چنانچہ ایسی ہی بے تابیوں کی مالا پروتے ہوئے میرے ممدوح مکرم جناب پیر محمد الیاس کشمیری مدظلہٗ صاحب 1973ء میں عازمِ حرمین شریفین ہوئے اور حج وزیارت کی دولت حسنہ سے مالامال ہوئے بعد میں تو کئی عمرے اور حج کئے۔ اللہ ربّ العزت جل وعلیٰ کی رحمت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی نگاہِ کرم سے بار بار نوازے جا رہے ہیں، دعا ہے یہ سلسلہ تاحیات برقرار رہے۔ آمین

ورلڈ اسلامک مشن کا آغاز:

پیر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ 1973ء میں حج کے موقع پر ہی ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا قیام عمل میں آیا، یہ ایک عظیم منصوبہ تھا، چنانچہ حج وزیارت سے واپسی پر حضرت الحاج پیر سید معروف حسین قادری نوشاہی مدظلہٗ کی سرپرستی میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی پہلی کانفرنس بریڈفورڈ میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں علمائے پاک وہند کے علاوہ دیگر ممالک اسلامیہ کے اکابر ارباب حل وعقد بھی شریک ہوئے، اس کے قیام سے جو پلیٹ فارم اہل سنت وجماعت کو مہیا کیا گیا تھا، وہ پوری طرح روبہ عمل میں نہ آنے کی وجہ سے دم توڑ گیا۔

رضا اکیڈمی کا قیام:

چودہویں صدی کے عظیم مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ چونکہ دنیائے اسلام میں حقانیتِ اہل سنت کا ایک نشان بن چکے تھے، ان کی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات سے انسانیت کو مستفیض ومستفید کرنے کے لئے ضروری تھا کہ دیارِ غیر میں بسنے والے نہ صرف مسلمانوں کو روشناس کرایا جائے بلکہ ان کے حکیمانہ قلم سے غیر مسلموں کو بھی استفادہ کے مواقع فراہم کئے جائیں، تاکہ اسلام کے نور اور عشقِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی لازوال دولت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، چنانچہ اس مقدس مشن کی تکمیل کے لئے ''رضا اکیڈمی'' سٹاکپورٹ یوکے ''برطانیہ'' کا قیام عمل میں آیا اور پھر اس کے قائم کرتے ہی اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے ''سلام'' ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کا انگریزی میں منظوم ترجمہ پروفیسر غیاث الدین قریشی کے رشحاتِ فکر سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا، ساتھ ہی ساتھ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ''عربی'' کا انگلش ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد حنیف فاطمی کے قلم سے شائع ہوا، بچوں کے لئے ابتدائی اسلامی تعلیم کی دو کتابیں انگریزی میں شائع

ہوئیں اور پھر عظیم ترین کام ''کنز الایمان'' اردو ترجمۂ قرآن اعلیٰ حضرت، انگریزی میں پہلی بار ڈاکٹر سید محمد حنیف فاطمی سے کرایا، جو رضا اکیڈمی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

رضا اکیڈمی برطانیہ کے شاہکار کاموں میں ایک نہایت اہم کام ''ماہنامہ دی اسلامک ٹائمز'' کا اجراء ہے جو 1985ء میں کیا گیا، اور آج 2005ء تک بیس سال ہونے کو ہیں کہ تعطل کا شکار نہیں ہوا۔ اس اسلامی انگلش میگزین کی تبلیغ واشاعت سے کئی پڑھے لکھے انگریز اتنے متأثر ہوئے کہ انہیں حلقہ بگوشِ اسلام ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی، جن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب، پی ایچ ڈی، کیمبرج یونیورسٹی، پروفیسر محمد یوسف اینڈریو، محترمہ آمنہ صاحبہ، محترمہ مریم صاحبہ وغیرہم خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ رضا اکیڈمی کے بانیوں میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی، پروفیسر غیاث الدین قریشی، پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون، پروفیسر محمد یوسف ایسے اہل علم وقلم دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہو گئے، ان کے یکے بعد دیگرے وصال نے پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ کو ابتلاء وآزمائش سے دوچار کر دیا، مگر صبر کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں، اس لئے نہایت ہمت، حوصلے اور تحمل، بردباری اور حلم سے اپنے تبلیغی مشن کو پروان چڑھانے میں شب وروز ایک کئے ہوئے ہیں۔

بیعت وخلافت:

عرفان واحسان، تصوف ومعرفت، طریقت اور حقیقت یہ تمام تر اصطلاحین شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی شاخیں ہیں۔ ایمان وایقان کی آبیاری اور حسن وخوبصورتی کے لئے علم کے ساتھ ساتھ عمل کا نور بھی شامل ہو تو دولت عرفان مضبوط ومستحکم ہوتی ہے، اکابر اسلام کا معمول ہے، بیعت وخلافت پر قرآن وسنت ناطق ہیں، اولیائے کرام مشائخ عظام اور علمائے ذوی الاحترام کا معمول بیعت وارشاد ہے، مرشد کامل کی رہنمائی، دنیا وعقبیٰ میں کامیابی کی ضامن ہے، بناءً علیہ حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ نے بھی اسی سنتِ متواترہ کو اپناتے ہوئے غوث الوقت حضرت نوشہ گنج بخش قادری علیہ الرحمۃ کے خزینۂ معرفت وحقیقت کے امین وارث حضرت الحاج پیر ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ ''ڈوگہ شریف گجرات'' کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا، خلافت کی نعمت خاندان امام احمد رضا، سے رضوی اور سادات اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی طرف سے اشرفی

نسبت سے موسوم ہیں، حضرت ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ نہایت متاثر کن شخصیت تھے، جو بھی ان سے ملتا اجنبیت کا اسے احساس تک نہ ہوتا۔

راقم السطور تابش قصوری کو بھی حضرت ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت علامہ مولانا بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب قادری مونگیروی علیہ الرحمۃ بمع اہل وعیال بریلی شریف سے ڈوگہ شریف تدریس کے لئے تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب بریلی شریف میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ امین دار الافتاء بھی تھے۔ راقم الحروف ان دنوں مرکزی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ مگر رسائل وجرائد پاک وہند میں میرے مضامین تسلسل سے شائع ہو رہے تھے جن کی برکات سے اہل علم وقلم سے میرے روابط قائم ہوئے۔ ان اکابر میں حضرت مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ہیں، آپ کے بیسیوں خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جو بھارت سے آپ ارسال فرمایا کرتے تھے، القصہ ان کی پاکستان تشریف آوری کے وسیلہ سے مجھے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے امین ووارث حضرت ابوالکمال برق نوشاہی قادری علیہ الرحمۃ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت ابوالکمال علیہ الرحمۃ حضرت الحاج پیر سید معروف حسین شاہ صاحب عارف نوشاہی مدظلہٗ کے برادرِ اکبر ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس روحانی خاندان کے فیوض وبرکات سے زمانہ بھر کو بہرہ مند فرماتا رہے۔ آمین

اشاعتی استحکام کے لئے روابط:

حضرت الحاج پیر محمد الیاس قادری مدظلہٗ کو مسلک حق اہل سنت وجماعت کی ترویج وترقی اور تبلیغ واشاعت کا عشق کی حد تک لگاؤ ہے، وہ قلم کے دھنی ہیں، انگلش، اردو میں مقالات لکھنا، لکھوانا، تراجم کرنا اور کرانا، اہل علم وقلم سے ربط وتعلق قائم کرنا اور اسے مستحکم رکھنا آپ کا معمول ہے، دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی اچھے قلمکار اور مقالہ نگار کی خبر ہوئی تو فوراً اس سے بذریعہ فون اور خط وکتاب رابطے شروع کر دیئے اور ان سے جواہرِ علمیہ کی طلب اپنا وظیفہ بنایا، برصغیر پاک وہند میں صاحبانِ قلم سے تحریری کام لینے شروع کئے اور فری یا مفت کو شعار نہ بنایا جیسے ہمارے بعض سُنّی احباب وناشرین کا

معمول ہے، کام لینے کے لئے منت وسماجت اور جب کام نکال کیا تو منہ پھیر لیا، مزید برآں یہ کہ باتیں بنانی شروع کر دیں اور پھر وہی کام کسی دوسرے نام سے مارکیٹ میں بھی آ گیا، اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے:

اگر طوفاں میں ہو کشتی تو ہو سکتی ہیں تدبیریں
اگر کشتی میں طوفاں ہو تو کیا تدبیریں کام آئیں

الغرض حضرت پیر صاحب شب وروز مسلک حق کی ترویج واشاعت میں عشق ومستی کے ساتھ مصروف ہیں، آپ کی تبلیغی واشاعتی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بڑے بڑے اکابر نے مکتوباتِ گراں مایہ سے نوازا، جن میں مفتی اعظم پاکستان مولانا الحاج مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ (پاکستان) اور نازشِ لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی (کراچی) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، نیز بعض شعراء نے بھی منظوم خراجِ عقیدت ومحبت سے شاد کام کیا۔

ذیل میں منظوم نذرانہ بطور نمونہ ملاحظہ فرمایئے اور موصوف کے لئے دعا فرمائیں تاکہ یہ مسلک کا درد وسوز رکھنے والی شخصیت تادیر خدمت لوح وقلم میں مصروف رہے اور زمانہ مستفیض ہوتا رہے۔ آمین ثم آمین، بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

فقط:

محمد منشا تابش قصوری، مرید کے

19 صفر المظفر 1426ھ/30 مارچ 2005ء

☆☆.....☆.....☆.....☆.....☆☆

کنزِ ایمان

o

(25 اکتوبر 85ء بریڈفورڈ میں کنزالایمان کے انگریزی ترجمہ
کی نقاب کشائی کے موقعہ پر لکھی گئی ایک نظم)

o

کرامت ہے امامِ اہلسنت قطبِ دوراں کی
مچی اک دھوم ہے سارے جہاں میں کنزِ ایماں کی
یہ فیضِ جاوداں دیکھو بریلی کے مسیحا کا
ضیاء ہے مشرق و مغرب میں پھیلی نورِ قرآں کی
جہانِ علم و عِرفاں میں ہے یہ تفسیر لاثانی
کہ جس نے پاسبانی کی ہمارے دین و ایماں کی
بُجھانے کی بہت کیں کوششیں بادِ مخالف نے
مگر بڑھتی گئی اُتنی ہی لَو شمعِ فروزاں کی
نویدِ رونمائی جب سُنی تفسیرِ قرآں کی
خوشی سے جگمگا اُٹھی ہے دُنیا اہلِ ایماں کی
فلاحِ دین ودنیا ہے کلامِ پاک کی خدمت
کہ ہے موقوف جس پر کامیابی نوعِ انساں کی
مبارک ہو جناب اِلیاس کو صدہا مبارک ہو
ہے ملی جن کو سعادت خدمتِ قرآں کی
مبارک خدمتِ دینِ مبین کی اس سعادت پر
مبارک زادِ راہِ آخرت کے ساز و ساماں کی

جنابِ فاطمی کی شانِ خوش بختی کا کیا کہنا!
خدائے پاک نے بخشی ہے اُن کو فہم قرآں کی
مبارک صد مبارک پیر کامل میرِ محفل کو
ہے بزمِ اہلِ دل مرہونِ منت جن کے فیضان کی
کرشمہ ہے یہ فیضانِ نگاہِ پیر کامل کا !
مہک پھیلی ہے دُنیا بھر میں نوشاہی گلستاں کی
مبارک باد کے لائق ہیں شہ معروف نوشاہی
چمن میں جن کے دم سے ہیں بہاریں علم و عرفاں کی
کرن اُمّید کی ہیں نا اُمیدی کے اندھیروں میں
حیاتِ پاک ہے جن کی مثلِ شمعِ فروزاں کی
حقیقت میں یہ سب صدقہ ہے صابر "شاہِ رُحمل" کا
طفیل اُن کے خدائے پاک نے ہر مشکل ہے آساں کی

☆......☆......☆......☆......☆

اجالوں کا سفیر

(ماہنامہ اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی تیسری سالگرہ پر خراجِ عقیدت)

مہر و اخلاص و مروّت کا عَلَم بردار ہے
دشمنانِ دینِ حق سے برسرِ پیکار ہے
شمعِ روشن کی طرح بن کر اُجالوں کا سفیر
ظلمت و اِلحاد کے اِس دیس میں ضوبار ہے
اک صدائے دل نشیں سے مثلِ آوازِ جَرس
مُسلِمِ شوریدہ سَر کو کر رہا بیدار ہے
اِس اندھیروں کے جہاں میں بن کے مشعل نور کی
فیضِ اہلِ دِل کے ہر سُو بانٹتا انوار ہے
پیر کامل برق شہؒ جو تھے امامِ حال وقال!
اُن کے فیضانِ نظر کا کر رہا اظہار ہے
حضرتِ الیاس کا یہ کارنامہ ہے عظیم
حق تعالےٰ نے اِنہیں بخشا دلِ بیدار ہے
ارضِ ظلمت میں مثالِ ماہِ نو ہے ضوفشاں
اِس کا ہر عنوان صابر نُور کا مینار ہے

☆......☆......☆......☆......☆

اسلامک ٹائمز

(یہ نظم اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر لکھی گئی)

جہانِ صدق و صفا کی باتیں وفا کے نغمے سنا رہا ہے
اندھیری راتوں میں شمع بن کر نشانِ منزل دکھا رہا ہے
دیارِ ہمت کا بن کے قاصد پیام پہنچا رہا ہے حق کا
عمل کی دنیا کا بن کے رہبر یہ غافلوں کو جگا رہا ہے
جو اپنے خونِ جگر سے کرتے ہیں باغِ الفت کی آبیاری
اُنہی سے مہر و وفا کا گلشن ہمیشہ پُھولا پھلا رہا ہے
بھٹک رہے ہیں گلی گلی میں جو چھوڑ کر مُصطفےٰ کے در کو
زمانہ اُن تیرہ باطنوں کو جہاں در، در پھرا رہا ہے
دیارِ عرب وعجم نے پائی جو شاہِ زِملؒ کے آستاں سے
سُنا ہے معروف شاہ عارف وہی خزانہ لٹا رہا ہے
جنہوں نے سب کچھ لٹا کے اپنا کیا ہے رسمِ وفا کو تازہ
اُنہی کی قربانیوں سے زندہ جہانِ صدق و صفا رہا ہے
خوشی سے ناموسِ حق کی خاطر ستم اٹھاتے ہیں اپنی جاں پر
یہی جہاں میں ازل سے صابر طریقِ اہلِ وفا رہا ہے

☆......☆......☆......☆......☆

پیرِ مُغاں

o

اسلامک ٹائمز کی سالگرہ کے موقعہ پر جناب محمد الیاس نوشاہی سے خطاب

o

ہوا دل شاد و خرم دیکھ کر فیضِ رواں تیرا
رہے آباد میخانہ سدا پیرِ مُغاں تیرا
رہے محفوظ ہر آفت سے گلشن جاوداں تیرا
ہر اک مشکل میں حامی ہو خدائے دو جہاں تیرا
سدا برسا کریں لطف وکرم کی بارشیں تجھ پر
نگہباں ہو دو عالم میں شفیعِ انس و جاں تیرا
صراطِ عشق و الفت پر رہے محکم قدم تیرا
ہو ہر اک گام پر نوشاہِ عالم پاسباں تیرا
بجا ہے ناز تو جتنا کرے اپنے مقدر پر
کہ سیّد برق نوشاہی ہے میرِ کارواں تیرا
تر و تازہ رہے تیری امیدوں کا چمن ہر دم
کہ جس کو دیکھ کر ہوتا رہے دل شادماں تیرا
ہمیشہ خدمتِ دینِ مبین ہو مشغلہ تیرا
ترقی پر رہے یونہی سدا یہ ”ترجماں“(۱) تیرا
وفا کی راہ میں بادِ مخالف سے نہ گھبرانا
کہ اس منزل میں اے راہی ہے یہ بھی امتحاں تیرا
دُعا یہ صابر عاصی کی ہے الیاس نوشاہی
قیامت تک پھلا پھولا رہے یہ گلستاں تیرا

از: قاضی غلام مرتضیٰ صابر نوشاہی بریڈفورڈ

(۱) اسلامک ٹائمز مراد ہے۔

اسلامک ٹائمز

o

(یہ نظم اسلامک ٹائمز مانچسٹر کی پانچویں سالگرہ کے موقع پر لکھی گئی)

o

صداقت اور حیا کا ترجماں ہے
خلوص و اتقا کا راز داں ہے
مضامیں اس کے ہیں گلہائے رحمت
حقائق کا سجا اِک گلستاں ہے
دِکھاتا منزلِ صدق و یقیں ہے
سُناتا اہلِ حق کی داستاں ہے
ہے بے شک ترجمانِ اہلسنت
یہ راز ہر سطر سے اس کی عیاں ہے
وہ خوش قسمت جواں حاجی اِلیاس
عطا جن کو ہوا فیضانِ جاں ہے
ہے نصب العین اُن کا خدمتِ دیں
جو وجہِ افتخارِ دوجہاں ہے
جسے کہتے ہیں معراجِ سعادت
وُہ قرآن کی اطاعت میں نہاں ہے
الٰہی صدقۂ نوشاہِ عالمؒ
جو اہلِ معرفت کا دِلستاں ہے
رہے یہ چشمۂ فیضان جاری
دُعائے صابر آشفتہ جاں ہے

دی اسلامک ٹائمنز کی دسویں سالگرہ کے موقع پر

o

دیارِ کفر میں اسلام کا ڈنکا بجاتا جا
اندھیری رات میں ایمان کی شمعیں جلاتا جا
حدیثِ دردِ دل اہلِ محبت کو سناتا جا
مسرت کا پیامی بن کے روتوں کو ہنساتا جا
پیامِ شوق بن کر شوق کی محفل سجاتا جا
صدائے درد بن کر سونے والوں کو جگاتا جا
بھلا بیٹھے ہیں جو درسِ وفا اُن غم نصیبوں کو
سبق بھولا ہوا عشق و محبت کا پڑھاتا جا
بڑھی جاتی ہے ہر لحہ بہ لحہ تشنگی جن کی
مئے توحید کے ساغر انہیں بھر بھر پلاتا جا
ہے دنیا خندہ زن جن غم زدوں کی تشنہ کامی پر
مئے توحید کے ساغر انہیں بھر بھر پلاتا جا
بھٹکتے پھر رہے ہیں جو ضلالت کے اندھیروں میں
دلوں کو اُن کے انوارِ ھدیٰ سے جگمگاتا جا
سکونِ قلب امن و عافیت کی پیاسی دنیا میں
تو نوشئہ پیر کے عرفاں کی دولت لٹاتا جا
انہی کے دم سے ہیں رنگینیاں فصلِ بہاراں میں
تو اپنے داغِ دل فصلِ بہاراں کو دکھاتا جا
سکونِ قلب کی دولت اگر منظور ہے صابر
تو یادِ مصطفٰے سے دل کی بستی کو بساتا جا

دعا گو: قاضی غلام مرتضٰی صابر قادری، بریڈفورڈ

فروغِ اسلام کے لیے امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا

دس نکاتی تعلیمی پروگرام

1. عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
2. طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
3. مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔
4. طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے گا معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
5. ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
6. حمایت مذہب و رد مذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
7. تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔
8. شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
9. جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام کا انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
10. آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ''آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا'' اور کیوں نہ صدق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۱۲، صفحہ نمبر ۱۳۳)

Printed By: Ilmi Printers Lahore. 0300-4541210

RAZA ACADEMY

138, Northgate Road, Stockport, UK. Tel: 0161 477 1695